فصل ششم

دس افتراؤں کی حقیقت

سہ

مفت میں ملزم خدا کے مت بنو اے منکرو!
یہ خدا کا ہے، نہ ہے یہ مفتری کا کاروبار
افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
پھر لعیں وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نقار

(حضرت مسیح موعودؑ)

سُنّت اللہ اسی طرح واقع ہوئی ہے کہ جب وہ انبیاء کو مبعوث فرماتا ہے تو ایک گروہ اپنی سیاہ باطنی کے باعث، دنیا کی فضاء کو تاریک تر کرنے کے لیئے ان سے برسرِ پیکار ہو جاتا ہے۔ فرمایا وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ (انعام عٓ) کہ ہر صادق نبی کے بالمقابل کچھ ایسے لوگ کھڑے ہوا کرتے ہیں جو ایک دوسرے کو جھوٹی اور فتنہ خیز باتیں بتلاتے ہیں۔ فرمایا اگر خدا کو جبریہ ہدایت دینا مقصود ہوتا تو یہ معاندت اور مخالفت کبھی سر نہ اُٹھا سکتی۔ مگر ہمیں اختیاری ہدایت منظور ہے اسلیئے اِس امر کو نظر انداز نہ

کر دو کہ وہ کیا کیا افتراء کرتے ہیں۔ جس طرح آج یہ لوگ تمہارے خلاف لوگوں کو یہ باتیں کہہ کہہ کر برگشتہ کرتے ہیں کہ نہ اس کے ساتھ کوئی فرشتے نظر آتے ہیں، نہ کوئی مُردوں کو زندہ کرکے دکھاتا ہے، نہ کوئی نشان نظر آتا ہے، سوائے دکانداری کے اَور کچھ بھی نہیں۔ اِسی طرح ہر ایک نبی سے سلوک ہُوا ہے۔ اور ہر ایک کے متعلق شیطانی گروہ نے ایک دوسرے سے خوب سجا سجا کر یہی دھوکہ دینے والی اور بظاہر فریب اور دلفریب باتیں کہہ کر انہیں دھوکہ میں ڈالا ہے۔"

قرآن پاک کے اِس عام قانون کے ماتحت ضرور تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام "پیغمبر قادیان" کے خلاف بھی اسی طرح زخرف القول کی صورت میں جھوٹا پروپیگنڈا ہوتا اور مخالفین اس کو ایک دوسرے سے نقل کرتے اور اس سلسلہ افتراء پردازی کو حد تک پہنچا دیتے۔ زمانہ شاہد ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف بالکل پہلے مکذبین کے دوش بدوش چل رہے ہیں۔ آیاتِ قرآنیہ مسیح وقت کی صداقت کا نعرہ لگا رہی ہیں، احادیثِ صحیحہ اس کی تائید میں پکار رہی ہیں، آسمان نے اس کے لئے شہادت دی، سورج اور چاند اس کی تصدیق کی خاطر بے نور ہو گئے، زمین باوازِ بلند اس کی سچائی پر گواہی دے رہی ہے، قوم کے حالات اس کا سچا ہونا اور بر وقت آنا ظاہر کر رہے ہیں۔ صدی کا نصف[1] تک گزر جانا اور کسی مدعی مجدّدیت کا کھڑا نہ ہونا اس کی راستبازی پر زبردست برہان ہے۔ مگر آہ! قوم اس کی شنوا نہ ہوئی اور وہ الٰہی نوشتوں کے مطابق دھتکارا گیا۔ اسی لئے ربّ السمٰوات نے فرمایا تھا کہ:۔

"دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔"

وہ راستباز تھا لیکن تاریکی کے فرزند ہر راستباز کو کاذب اور مفتری کہتے رہے۔ اَتَوَاصَوْا بِہٖ بَلْ ھُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ۔ مخالفین نے اس کو مفتری قرار دیا۔ ان کو ہر چند بتایا گیا ؎

افترا کی ایسی دُم لمبی نہیں ہوتی کبھی
جو ہو مثلِ مدّت فخر الرسل فخر الخیار

---

[1] اور اب اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے وقت ۱۳۸۲؁ھ ہجری ہے گویا صدی ختم ہونے کو ہے (ابو العطاء)

لیکن وہ اپنی سرکشی و طغیانی میں بڑھتے گئے۔ نوبت بایں جا رسید کہ منشی محمد یعقوب پٹیالوی نے یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ کی تصدیق میں ان مفتریاتِ دشمنانِ صداقت کو اپنی کتاب "عشرہ کاملہ" میں شائع کیا بلکہ آیت کی تصدیق میں مزید افترا بھی اختیار کیا اور درحقیقت اسی فطری مناسبت سے اس زیرِ نظر فصل کا عنوان "دس افترا" قرار دیا ہے ؎

یہ تو ہے سب شکل ان کی ہم تو ہیں آئینہ دار

معترض پٹیالوی نے آیت وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْقَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ۔ الآیۃ (انعام ع) کے تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے :۔

"اس فصل میں مرزا صاحب کے مفتریانہ اقوال دکھائے جائیں گے۔ گویا یہ بتایا جائے گا کہ آیت میں جن تین قسم کے مفتریوں، ظالموں اور کاذبوں کا ذکر ہے مرزا صاحب اپنے اقوال کی رُو سے ان میں پہلی قسم میں آتے ہیں"۔ (خاکش بدہن۔ ابو العطاء)۔ (عشرہ صفحہ ۲۴)

اگرچہ یہ دعویٰ کوئی نیا نہیں۔ مکذبینِ قرآنِ پاک نے بھی راستبازی کے مجسمہ، سچائی کے علمبردار اور پیکرِ صدق و وفا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی کہا تھا۔ فرمایا :۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ نِ افْتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا (الفرقان ع) کہ منکر تو اس سارے کلام کو ہی "مفتریانہ اقوال" کہتے ہیں۔ گویا منکرین کا "مفتریانہ اقوال" کا ادعاء "سنت الاولین" ہے جس کی صدائے بازگشت ہم پٹیالوی کے کھنڈرات سے سن رہے ہیں۔ لیکن ناظرین انشاء اللہ آئندہ صفحات میں دیکھیں گے کہ پٹیالوی صاحب کا یہ بلند بانگ دعویٰ محض ڈھول کا پول ثابت ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعجازی متحدیانہ کلام

اپنے مزعومہ "مفتریانہ اقوال" کو پیش کرنے سے پیشتر معترض پٹیالوی نے حضرت

کے اعجازی کلام کے متعلق پورے پانچ صفحے سیاہ کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کیا ہے
کہ یہ مضمون عنوانِ فصل سے تعلق نہیں رکھتا۔" ہم دروغگو را تا بخانہ اش باید رسانید کے مطابق
ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کی ان فریب کاریوں کے چہرہ سے بھی پردہ اُلٹ دیں جو اُس نے
ان صفحات میں اختیار کی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی غیر معمولی تائید کے ذریعہ مدعیانِ
علم کو عاجز کرنے والا کلام عطا فرمایا۔ آپ نے آسمانی تائید سے متعدد کتب ارقام فرمائیں،
عربی زبان میں ارقام فرمائیں، جس زبان کا بقول مخالف علماء آپ ایک صیغہ نہ جانتے تھے۔
ان میں قرآن مجید کے حقائق و معارف بکثرت تحریر کئے۔ مخالف مولویوں کو مبارزت کی
دعوت دی اور مقابلہ کرنے پر ہزاروں اور سینکڑوں روپے انعام مقرر فرمایا۔ غیرت دلائی مقابلہ
کے لئے اُکسایا۔ مگر ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو بھی بطور معجزہ طاقتِ کلام دی گئی تھی وَیُکَلِّمُ
النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا (آل عمران ع۵) اس لئے ضروری تھا کہ مثیلِ مسیح کو بھی کلام
کا معجزہ دیا جاتا۔ چنانچہ دیا گیا۔ مگر پہلے مسیح کا معجزہ بچپن کا معجزہ تھا۔ اسلئے وہ بعینہٖ
قائم نہ رہ سکا لیکن مسیح محمدی کو کامل معجزہ دیا گیا۔ اس کی نطق میں معجزانہ قوت کا اظہار
کیا گیا۔ وہ فصاحت و بلاغت اور نکاتِ قرآنی سے معمور کیا گیا اسلئے اس کا معجزہ آج بھی
زندہ ہے اور تا قیامت زندہ رہے گا۔ نیز اس قسم کا معجزہ اسلئے بھی ضروری تھا کہ قرآن مجید
نے آیت وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَھُمْ میں رسالت
کی علامت ہی اس کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ آیت بالا کی تفسیر میں لکھا ہے:۔ "اِلَّا بِلِسَانِ
قَوْمِهٖ اَیْ مُتَکَلِّمًا بلغۃ من ارسل الیھم من الامم" (روح المعانی جلد۴ صفحہ ۲۰۹)

مدارک التنزیل میں لکھا ہے "الا بلسان قومہٖ: الّا متکلّماً بلغتھم" (برحاشیہ
خازن جلد ۳ صفحہ ۳) گویا ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان دی جاتی ہے۔ یعنی وہ اس میں نہایت فصیح و بلیغ

کلام کرتا ہے۔ اسی کی تشریح میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ اُوتِیتُ جَوامِعَ الکَلِمِ وَخَوَاتِیمَہٗ (مجمع البحار زیر لفظ ختم)

پس ان ہر دو وجوہ کے ماتحت مسیح موعودؑ کے لئے ضروری تھا کہ اس کو مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی میں (جو تمام ممالک کے اہلِ اسلام کی مشترکہ دینی زبان ہے) فصاحت و بلاغت کا معجزانہ مقام بخشا جاتا۔ سیدنا حضرت مرزا صاحبؑ نے اس ضمن میں بکمال وضاحت اتمام حجت کر دی۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ:۔

"ہماری یہ دعوت آئندہ نسلوں کے لئے بھی ایک چمکتا ہوا ثبوت ہماری طرف سے ہو گا۔" (اشتہار ۵ ار دسمبر ۱۹۰۰ء)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج تک ایسا ہی ثابت ہوا ہے اور تا قیامت ثابت ہوتا رہیگا اس سلسلہ میں حضورؑ کی دو کتابیں **اعجاز المسیح** اور **اعجاز احمدی** خاص حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے مقابلہ پر تصنیف کرنے والوں کے لئے رقم خطیر انعام بھی مقرر کی گئی مگر کوئی ان کی مثل نہ بنا سکا۔ معترض پٹیالوی نے ان دو کا ہی ذکر کیا ہے، ہم بھی انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اعجاز المسیح

یہ وہ معرکۃ الآراء اور عظیم الشان تصنیف ہے جو رہتی دنیا تک احمدیت کی صداقت کا درخشندہ ثبوت ہے۔ پیر مہر علیشاہ صاحب آف گولڑہ ضلع راولپنڈی نے ایک کتاب بنام "شمس الہدایہ" شائع کی اور اس میں فہم قرآن کا دعویٰ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ر جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار اس کے جواب میں شائع کیا اور مہر علی شاہ صاحب کو دعوت مقابلہ دیتے ہوئے لکھا:۔

"مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح سے مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورت نکالیں اور اس میں سے چالیس آیت یا ساری سورۃ (اگر چالیس آیات سے زیادہ نہ ہو) لیکر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحب اوّل یہ دعا کریں کہ

یا الٰہی ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی پر ہے اس کو تو اس جلسہ میں اس سورت کے حقائق اور معارف فصیح و بلیغ عربی میں عین اسی جلسہ میں لکھنے کے لیئے اپنی طرف سے ایک روحانی قوت عطا فرما اور روح القدس سے اس کی مدد کر اور جو شخص ہم دونوں فریق میں سے تیری مرضی کے مخالف اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے اس سے یہ توفیق چھین لے۔ اور اس کی زبان کو فصیح عربی اور معارف قرآنی کے بیان سے روک لے تا لوگ معلوم کر لیں کہ تو کس کے ساتھ ہے اور کون تیرے فضل اور تیری رُوح القدس کی تائید سے محروم ہے۔ پھر اس دعا کے بعد فریقین عربی زبان میں اس تفسیر کو لکھنا شروع کریں ..... جب فریقین لکھ چکیں تو دونوں تفسیریں بعد دستخط تین اہلِ علم کو جن کا اہتمام حاضری و انتخاب پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سُنائی جائیں گی۔ اور ان ہر سہ مولوی صاحبان کا یہ کام ہوگا کہ وہ حلفاً یہ رائے ظاہر کریں کہ ان دونوں تفسیروں اور دونوں عربی عبارتوں میں سے کونسی تفسیر اور عبارت تائیدِ رُوح القدس سے لکھی گئی ہے۔ اور ضروری ہوگا کہ ان تینوں عالموں میں سے کوئی نہ اس عاجز کے سلسلے میں داخل ہو اور نہ مہر علی شاہ کا مُرید ہو ..... اس طرز کے مباحثہ اور اس طرز کے تین مولویوں کی گواہی سے اگر ثابت ہو گیا کہ درحقیقت پیر مہر علی شاہ صاحب تفسیر اور عربی نویسی میں تائید یافتہ لوگوں کی طرح ہیں اور مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا یا مجھ سے بھی ہو سکا مگر انہوں نے میرے مقابلہ پر ایسا ہی کر دکھایا تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں اقرار کروں گا کہ حق پیر مہر شاہ کے ساتھ ہے۔ اور اس صورت میں میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اپنی تمام کتابیں جو اس دعویٰ کے متعلق ہیں جلا دُوں گا اور اپنے تئیں مخذول اور مردُود سمجھ لُوں گا۔ میری طرف سے یہی تحریر کافی ہے جس کو میں آج بہ نیتِ شہادت بیس گواہان کے اس وقت لکھتا ہوں لیکن اگر میرے خدا نے اس مباحثہ میں مجھے غالب کر دیا اور مہر علی شاہ صاحب

کی زبان بند ہو گئی۔ نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقائق و معارف سورتِ قرآنی میں سے کچھ لکھ سکے یا یہ کہ اِس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہو گا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں۔" (اشتہار ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء)

اِس جلالی اور پُر شوکت اعلان سے گولڑوی پر اوس پڑ گئی۔ گولڑوی صاحب نے فرار کے لئے ایک حیلہ تراشا جو عند العقلاء "عذرِ گناہ بد تر از گناہ" کا مصداق تھا۔ آپ اپنے جوابی اشتہار میں لکھتے ہیں :-

"میں امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب بھی میری ایک ہی گزارش کو بسلک شرائط مجوزہ کے منسلک فرمادیں گے وہ یہ ہے کہ پہلے مدعی مسیحیت و مہدویت و رسالت لسانی تقریر سے بمشافہ حضار جلسہ اپنے دعویٰ کو بپایۂ ثبوت پہنچا دیگا بجواب اس کے نیازمند کی معروضات عدیدہ کو حضرات حاضرین خیال فرما کر اپنی رائے ظاہر فرمادیں گے۔ مجھ کو شہادت و رائے تینوں علماء کرام مجوزہ مرزا صاحب (یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی و مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر لاہوری) کے قبول کرنے میں کچھ عذر[1] نہ ہو گا۔ بعد ظہور اس کے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو بپایۂ ثبوت نہیں پہنچا سکے مرزا صاحب کو بیعتِ توبہ کرنی ہو گی۔ بعد اس کے عقائد محدودہ مرزا صاحب ہیں جن میں جناب ساری اُمّتِ مرحومہ سے منفرد ہیں بحث تقریری و اظہار رائے ہو کر مرزا صاحب کو اجازت مقابلہ تحریری کی دی جاویگی۔"

حضرات! اِسی کا نام ہے "سوال گندم جواب چنا"۔ لیکن اسی پر کیا بس ہے آپ کے ایک مرید مولوی غازی صاحب نے اسی اشتہار کے ساتھ بطور ضمیمہ جو اشتہار شائع کیا اس میں صاف لکھ دیا :-

"قبل از بحث تحریری مذکورہ مجوزہ مرزا صاحب ایک بحث تقریری دعویٰ مسیحیت و مہدویت وغیرہ عقائد مرزا صاحب پر جو تعداد میں تخمیناً ۱۲۶ کے

---

[1] آپ کو بھلا ان کی رائے سے کیوں عذر ہونے لگا جبکہ وہ پہلے ہی مدعی مسیحیت کے کفر پر مُہریں لگا چکے ہیں خوب۔
وہی قاتل وہی مخبر وہی خود منصف ہے ✢ اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر (ابو العطاء)

قریب ہیں۔ اور ان کے الہامی کتب میں درج ہیں۔ بپابندی امور ذیل ہوجائے۔ الخ"

(اشتہار ۲۰ر جولائی سنہ ۱۹۰۰ء)

سچ ہے "پیراں نمے پرانند و مریداں مے پرانند۔" ہم تو پیر صاحب کی حیلہ جوئی پر ہی انگشت بدنداں تھے کہ آپ نے ۱۳۰ مسائل پر تقریری مباحثہ قبل مقابلہ تفسیر نویسی ضروری قرار دیا۔ تاکسی طرح پیر صاحب کی پردہ دری نہ ہو۔ خوب! "بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ"

ناظرین کرام! پیر صاحب کی مندرجہ بالا شرط کس راز پر مشتمل ہے؟ سن لیجئے۔

اوّل تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سے چار سال قبل اپنی مشہور کتاب انجام آتھم میں تحریر فرما چکے ہیں:۔

" ازمعنا ان لا نخاطب العلماء بعد ھٰذہ التوضیحات ولو سبّونا کما اردا من قبل من ثعادات وما غلظنا علیھم الّا لتنبیھات وانّما الاعمال بالنیّات فالاٰن نودعھم بدموع جاریۃ من الحسرات وعیونٍ غریقۃ فی سیل العبرات وھٰذہ مناخاتمۃ المخاطبات" (صـ۲۸۲)

یعنی میں اب علماء سے اپنی صداقت اور اختلافی مسائل پر تقریری مباحثات نہیں کرونگا میں ان پر حجت تمام کر چکا ہوں۔" مولوی گولڑوی صاحب کو یہ کتاب (انجام آتھم) بذریعہ رجسٹری بھیجی جا چکی تھی۔ اسلئے انہوں نے مقابلہ تفسیر نویسی سے اس طریق پر گریز کیا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضرت اقدسؑ اپنے اس واضح اقرار کے بعد ان سے اختلافی مسائل پر تقریری بحث نہ کریں گے اور پیر صاحب اپنے مریدوں میں فتح کے شادیانے بجائیں گے۔ اف! کس طرح سے مذہب کے نام پر دیانتداری کا خون کیا گیا؟

دوم۔ پیر صاحب نے وفات مسیح، صداقت مسیح موعود علیہ السلام وغیرہ کے لئے بٹالوی اور اس کے مکذب رفقاء کو ثالث قرار دیا گویا ان کے فیصلہ پر ہی حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ضروری ہوگا کہ پیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرکے مرید بن جائیں اور پھر اجازت

مقابلہ تحریری کی دی جائے گی"! اگر یہی طریق گفتگو تھا تو بٹالوی اور سینکڑوں مولوی تو حضرت اقدس پر فتویٰ کفر پہلے ہی لگا چکے تھے۔ نیز بیعت کے بعد مقابلہ تحریری کی اجازت کس قدر مضحکہ خیز اور راقم اشتہار کی صریح مغالطہ دہی ہے۔ بھلا مُرید اور پھر اپنے پیر سے تفسیر نویسی میں مقابلہ؟ پیر صاحب اور ان کے ساتھیوں نے یہ چالیں محض پردہ داری کے لئے کیں مگر عریانی ان سے اور بھی نمایاں ہو گئی۔ مذہب کا دعویٰ اور یہ طریق عمل؟ ؎

تفو بر تو اے چرخِ گردُوں تفو

ان حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کا مناظرہ متعذر نظر آرہا تھا۔ ان لوگوں کو اگر حق طلبی مطلوب ہوتی تو اس قسم کی دُور از کار گفتگو شروع نہ کرتے لیکن پھر بھی گولڑوی صاحب کے شیشۂ غرور کو چکنا چُور کرنے کے لئے دو سامان پیدا ہو گئے۔

اوّل جناب مولوی محمد احسن صاحب فاضل امروہی نے ۱۴ اگست ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس میں علاوہ ان باتوں کے ابطال کے جو گولڑوی صاحب کے حامیوں کی طرف سے پیش کی گئی تھیں مباحثہ کے لئے بھی منظوری کا اعلان کیا گیا۔ اس پر جناب گولڑوی ایسے خاموش ہو گئے ؎ گوئی کہ مُردندہ اند۔

دوم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور اتمام حجت ایک اشتہار مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء شائع فرمایا جس میں مرقوم تھا:۔

"چونکہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس الہام سے مشرف فرمایا ہے الرّحمٰن علّم القراٰن کہ خدا نے تجھے قرآن سکھلایا اسلئے میرے صدق یا کذب کے پرکھنے کے لئے یہ نشان کافی ہو گا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب میرے مقابل پر کسی سورۃ قرآن شریف کی عربی فصیح بلیغ میں تفسیر لکھیں۔ اگر وہ فائق اور غالب رہے تو پھر ان کی بزرگی ماننے میں مجھ کو کچھ کلام نہیں ہو گا۔ پس میں نے اس امر کو قرار دے کر ان کی دعوت میں اشتہار شائع کیا جس میں سراسر نیک نیتی سے کام لیا گیا تھا لیکن اس کے جواب میں جس چال کو انہوں نے اختیار کیا ہے اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ ان کو قرآن شریف سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور نہ علم

میں کچھ دخل ہے۔ یعنی انہوں نے صاف گریز کی راہ اختیار کی اور جیسا کہ عام چالبازوں کا دستور ہوتا ہے یہ اشتہار شائع کیا کہ اوّل مجھ سے حدیث اور قرآن سے اپنے عقائد میں فیصلہ کر لیں۔ پھر اگر مولوی محمد حسین اور ان کے دوسرے دو رفیق کہدیں کہ مہر علی شاہ صاحب کے عقاید صحیح ہیں، تو بلا توقف اسی وقت میری بیعت کر لیں۔ پھر بیعت کے بعد عربی تفسیر لکھنے کی بھی اجازت دی جائے گی۔ مجھے اس جواب کو پڑھ کر بلا اختیار ان کی حالت پر رونا آیا اور ان کی حق طلبی کی نسبت جو امیدیں تھیں سب خاک میں مل گئیں الخ۔"

پیر صاحب کی اس بہانہ سازی پر اور ان کے مریدوں کی روزمرہ کی گالیوں کے تذکرہ کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک نئی تجویز بغرض فیصلہ بایں الفاظ پیش فرمائی ہے:۔

"میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ میں اسی جگہ بجائے خود سورۂ فاتحہ کی عربی فصیح تفسیر لکھ کر اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کروں اور اس کے متعلق معارف اور حقائق سورۂ ممدوحہ کے بھی بیان کروں اور حضرت پیر صاحب میرے مخالف آسمان سے آنے والے مسیح اور خونی مہدی کا ثبوت اس سے ثابت کریں اور جس طرح چاہیں سورۂ فاتحہ سے استنباط کر کے میرے مخالف عربی فصیح بلیغ میں براہین قاطعہ اور معارف ساطعہ تحریر فرماویں۔ یہ دونوں کتابیں دسمبر ۱۹۰۰ء کی پندرہ تاریخ سے ستر دن تک چھپ کر شائع ہو جانی چاہیئے۔ تب اہل علم لوگ خود مقابلہ اور موازنہ کر لیں گے۔ اور اگر اہل علم میں سے تین کس جو ادیب اور اہل زبان ہوں اور فریقین سے کچھ تعلق نہ رکھتے ہوں قسم کھا کر کہہ دیں کہ پیر صاحب کی کتاب کیا بلاغت اور فصاحت کے رو سے اور کیا معارف قرآنی کے رو سے فائق ہے تو میں عہد صحیح شرعی کرتا ہوں کہ پانسو روپیہ نقد بلا توقف پیر صاحب کی نذر کروں گا ...... پیر صاحب دلگیر نہ ہوں ہم انکو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لیئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور محمد حسن بھیں وغیرہ کو بُلا لیں۔ بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دیکر

دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں۔ فریقین کی تفسیر چار جزو سے کم نہیں
ہونی چاہیئے اور اگر میعاد مجوّزہ تک یعنی ۱۵ر دسمبر ۱۹۰۰ء سے
۲۵ر فروری ۱۹۰۱ء تک جو ستّر دن ہیں فریقین میں سے کوئی
فریق تفسیر فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گزر جائیں تو
وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی
اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔" (اشتہار بعنوان پیر مہر علی شاہ
صاحب گولڑوی مطبوعہ انوار احمدی لاہور مورخہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۰۰ء)

اس چیلنج اور متحدّیانہ دعوٰی پر جو صادق اور کاذب کے لئے بطور معیار تھا اور جس میں
پیر صاحب کی غیرت کو پُر زور اپیل کی گئی تھی پیر صاحب گولڑوی جز بز تو بہت ہوئے
اُن کے مریدوں نے گالیوں کے سلسلہ کو بھی تیز کر دیا مگر ستّر دن گزر گئے اور وہ سورۃ
فاتحہ کی عربی تفسیر شائع نہ کر سکے۔ اور کس طرح کر سکتے تھے جبکہ آسمان پر فیصلہ ہو چکا تھا مَنَعَہٗ
مَانِعٌ مِنَ السَّمَاءِ کیا دنیا کا ایک بھی متنفس انسان اِس امر کی تردید کر سکتا ہے کہ پیر
گولڑوی اور اس کے رفیق اس مقابلہ میں صریح شکست کھا گئے اور وہ غلط سلط بھی کچھ
نہ لکھ سکے۔ یہ "صَرْعُ الْهِمَمِ" ایک کھلا معجزہ ہے۔ اِدھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے اِن دنوں میں باوجود عوارض مختلفہ محض تائیدِ ربّانی سے ایک ضخیم کتاب ساڑھے بارہ
جزو فصیح عربی میں بطور تفسیر سورۃ فاتحہ شائع فرمائی اور اس کے سرورق پر بخطِ جلی رقم فرمایا۔

"فَاِنَّہٗ کِتَابٌ لَیْسَ لَہٗ جَوَابٌ وَمَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَتَنَمَّرَ
فَسَوْفَ یَرٰی اَنَّہٗ تَنَدَّمَ وَتَذَمَّرَ۔"

ترجمہ۔ یہ وہ کتاب ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ جو شخص جواب کے لئے کھڑا
ہوگا اور تیاری کرے گا وہ دیکھے گا کہ کس طرح نادم اور شرمندہ ہوتا ہے۔"

پس "اعجاز المسیح" کیا ہے؟ خدا تعالےٰ کی تائید کا کھلا
نشان، حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی سچائی پر برہانِ قاطع، اور
معاندین کے لئے مسکت اور درخشندہ معجزہ جو تا قیامت پوری آب و تاب

سے قائم رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ؎

صادقاں را نورِ حق تا بد مدام
کاذباں مُردند و شد ترکی تمام

اعجاز المسیح اور پٹیالوی معترض

منشی محمد یعقوب صاحب لکھتے ہیں:۔

"مرزا صاحب نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو لکھا تھا کہ میرے دعوے کو تسلیم کرو یا مجھ سے مناظرہ کرلو اور خود ہی صورت مناظرہ یہ تجویز کی تھی کہ لاہور میں ایک عام جلسہ کے اندر قرآن شریف کی منتخبہ ۴۰ آیات کی تفسیر مرزا صاحب اور پیر صاحب دونوں کریں جس کا فیصلہ تین عالموں سے کرایا جائے جو پہلے سے حَکَم مقرر کر دیئے جائیں گے۔ جس کی تفسیر کو اچھا کہا جائے گا وہی حق پر سمجھا جائے گا۔" (عشرہ صـ۶۶)

ناظرین! اس تجویز کا جو حشر ہوا وہ آپ فریقین کی مشتہرہ عبارتوں میں اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اس ضمن میں معترض پٹیالوی نے چند غلط بیانیاں کی ہیں ان کا نمبروار جواب درج ذیل ہے:۔

(۱) **قولہ**:۔ "پیر صاحب نے اس مناظرہ کو منظور کر لیا اور ۲۵ راگست تاریخ مقرر ہوئی۔" (عشرہ صـ۶۶)

اقول:۔ بالکل غلط۔ پیر صاحب نے ہرگز صورتِ مجوزہ کو منظور نہیں کیا بلکہ ایک عذرِ لنگ کے ذریعہ سے رُوگردانی کی جیسا کہ خود ان کے اشتہار کی عبارت اُوپر ذکر ہو چکی ہے پس یہ معترض پٹیالوی کا صریح جھوٹ ہے۔

(۲) **قولہ**:۔ "۲۴ راگست کو پیر صاحب لاہور پہنچ گئے۔ اور ۲۹ راگست تک وہاں رہے مگر مرزا صاحب نے نہ آنا تھا اور نہ آئے۔" (عشرہ صـ۶۷)

اقول:۔ جب پیر صاحب نے مناظرہ کی صورت کو ہی منظور نہ کیا تھا تو لاہور آنے کا کیا ذکر ہے؟ پیر صاحب تو اپنے مریدوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے آئے تھے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اُس وقت بھی اپنے اشتہار بعنوان "پیر مہر علی شاہ صاحب کے توجہ دلانے کے لیئے آخری حیلہ" میں مؤرخہ ۲۸ راگست ۱۹۰۰ء کو شائع فرمایا کہ :-

"اگر پیر صاحب نے اپنی نیت کو درست کر لیا ہے اور سیدھے طور پر بغیر زیادہ کرنے کسی شرط کے وہ میرے مقابل پر عربی میں تفسیر لکھنے کے لیئے طیار ہو گئے ہیں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بہرحال اس مقابلے کے لیئے جو محض بالمقابل عربی تفسیر لکھنے میں ہوگا لاہور میں اپنے تئیں پہنچاؤں گا"

مگر پیر صاحب نے نہ اس کے لیئے راضی ہونا تھا اور نہ راضی ہوئے۔ لاہور میں جماعت احمدیہ کے ممبران نے پے در پے متعدد اشتہار نکالے، پیر صاحب کو رجسٹری شدہ خطوط لکھے، غیر احمدی معززین کو بھیجا مگر پیر صاحب کو سانپ سونگھ گیا۔ آپ نے ہرگز بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے ہاں نہ کی اور کیسے کرتے؟ سامنے ہلاکت اور موت نظر آتی تھی۔ انجمن فرقانیہ لاہور نے ماہِ نومبر ۱۹۰۰ء میں تمام اشتہارات اور پیر صاحب کی آمد لاہور کے مفصل حالات ایک رسالہ بنام "واقعاتِ صحیحہ" مرتبہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ذریعہ شائع کر دیئے ہیں مَن شاء التفصيل فليرجع اليه۔

(۳) قولہٗ :- لاہور میں علماء نے قرار دیا کہ :-

"اس قسم کے اشتہاروں سے مرزا کو سوائے اپنی شہرت اور علماء کو تنگ کرنے کے اور کچھ مقصود نہیں اسلیئے آئندہ کوئی ذی علم ان سے خطاب نہ کرے" (عشرہ ص۹۶)

اقول :- اوّل تو ہمیں اس روایت میں شائبۂ صداقت نظر نہیں آتا۔ دوم ہم اس کو واقعات کے خلاف پاتے ہیں۔ غیر احمدی لوگوں کے "ذی علم" ہمیشہ حضرتؑ سے تحریراً مخاطب ہوتے رہے۔ کیا مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہ "ذی علم" نہ تھے یا معترض پٹیالوی نے اس تحریر کے ذریعہ اپنی اکاذیب میں اضافہ کیا ہے؟ ہم تو جو بات دوسرے پہلو کو

زیادہ درست سمجھتے ہیں۔

(۴) **قولہ**:۔ "اس شرمندگی اور بدنامی کو مٹانے کے لیئے مرزا صاحب نے پیر صاحب کو لکھا کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر چار جزو ستر دن میں میں بھی لکھتا ہوں تم بھی لکھو۔ مگر پیر صاحب بوجہ اقرار جلسہ مذکور مخاطب نہیں ہوئے مرزا صاحب نے خود ہی تفسیر لکھ کر ان کے پاس بھیج دی۔" (عشرہ ص ۱۲)

اقول:۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ فرار کی راہ پیر صاحب اختیار کریں اور منشی صاحب "شرمندگی اور بدنامی" کو حضرتؑ سے منسوب کرتے ہیں۔ سچ ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ بہرحال اس عبارت میں امور ذیل کو پٹیالوی صاحب نے تسلیم کر لیا ہے (الف) مرزا صاحب نے پیر گولڑوی کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھنے کیلئے دعوت مقابلہ دی (ب) یہ دعوت تحریری تھی (ج) اس مقابلہ کے لئے ستر دن کی میعاد فریقین کے لئے مقرر کی تھی (ہم اس تحریری دعوت انعامی پانسو روپیہ کو اوپر درج کر چکے ہیں۔ مؤلف)۔ (د) پیر صاحب نے ستر دن میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر شائع نہ کی (ذ) حضرت مرزا صاحب نے ٹھیک میعاد کے اندر تفسیر لکھ کر پیر صاحب کے پاس بھیجدی۔ ان امور خمسہ کی تسلیم کے بعد بھی انکار کرنا دیانتداری کے منافی ہے ؎

جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ حیا یہی ہے

پیر صاحب کے میدان مقابلہ میں نہ آنے کی ایک نہایت لچر اور سراسر دروغ وجہ معترض پٹیالوی نے بایں الفاظ درج کی ہے:۔

"پیر صاحب بوجہ اقرار جلسہ مذکور مخاطب نہیں ہوئے۔"

حالانکہ اوّل تو جلسہ کی فرضی قرارداد کا مفاد مباحثہ سے اعراض کرنا تھا و بس۔ دوم پیر صاحب کو کس نے کہا تھا کہ وہ حضرت مرزا صاحب سے مخاطب ہوں۔ ان کو تو پیرایۂ عام میں بغیر مرزا صاحبؑ سے مخاطب ہوئے سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھنے کی دعوت دی گئی تھی لہٰذا یہ عذر باطل ہے۔ سوم ممکن ہے کہ منشی صاحب اس غلط بیانی سے کسی کو

ورغلا سکتے مگر خدا تعالیٰ نے ان کی ذلّت کے لئے ان کے گھر میں سامان رکھ دیئے ہیں۔
چنانچہ "اعجاز المسیح" کی اشاعت کے ایک عرصہ بعد خود پیر صاحب نے
اعجاز المسیح کے ردّ میں بزبان اُردو ایک رسالہ موسومہ "سیفِ چشتیائی"
(جون ۱۹۰۲ء میں) شائع کیا جو آج تک موجود ہے۔ اور اسکے شروع میں لکھا ہے:۔

"شمس الہدایہ کے جواب میں مرزا قادیانی کے امروہی مُرید نے شمس بازغہ
لکھا اور مرزا نے تفسیرِ فاتحہ چھپوائی تو دوبارہ اہلِ اسلام اور میرے احباب
نے مجھے مجبور کیا کہ اس کے جواب میں قلم فرسائی کروں۔ گو بہت کچھ انکار
کیا گیا اور کہا گیا ؎

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی ؛ آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی

لیکن پھر یہی سوال پیش آیا کہ مرزا قادیانی اور اس کے مریدوں سے کیا
غرض ہے۔ عوام مسلمانانِ ہند و پنجاب کے فائدے کے لئے ہی سہی۔ لہذا
مجبوراً یہ چند اوراق لکھ کر مولوی غازی صاحب کے حوالہ بغرض طبع کر دیئے۔"

(ٹائٹل صہ۲)

کیا پیر صاحب حضرت مرزا صاحبؑ سے مخاطب ہوئے یا نہیں؟ پھر سورۂ فاتحہ
کی تفسیر کے لئے یہ عذر کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ تفسیر نویسی میں مقابلہ سے
طاقتِ بالا نے ان کو روک دیا تھا۔ "مَنَعَهُ مَانِعٌ مِنَ السَّمَاءِ"

الغرض معترض پٹیالوی کا یہ عذر بھی محض سراب ہے، جھوٹ ہے، بلکہ حقیقت ہے
خود پیر صاحب کا عمل اس کے خلاف ہے۔ اے پٹیالوی معترض اور اس کے دیوبندی
ہمنواؤ! سُنو اور گوشِ ہوش سے سُنو کہ سچ ہی غالب رہتا ہے جھُوٹ کے پاؤں
نہیں ہوتے۔ تمہارے باطل عذرات آسمانی صداقت کو کب تک چُھپائیں گے۔ آفتاب
تمہارے سروں پر چمک رہا ہے مگر افسوس تم خوابِ غفلت میں مخمور ہو۔ اُٹھو اور اس نور
سے حصہ لو۔ چشمۂ شیریں سے سیراب ہو۔ یاد رکھو موت قریب ہے، خدا کو کیا مُنہ دکھاؤ گے،
کس نے تم کو باطل سے پیار اور راستی سے دشمنی کرنا سکھایا؟ نسلِ آدم ہو کر سچائی کو پاؤں تلے

ست روندو۔ خوب سمجھ لو کہ تمہاری تلبیسانہ حرکات اس مضبوط چٹان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ تم خود ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے مگر وہ برابر قائم رہے گی۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

برسبیلِ تذکرہ اس جگہ یہ بتا دینا بھی مناسب ہو گا کہ پیر گولڑوی نے "سیفِ چشتیائی" کی اشاعت سے جہاں بٹیالوی صاحب کی دروغ بافی کو تار تار کر دیا وہاں اپنی ذلّت و رسوائی میں بھی کافی اضافہ کر لیا۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ جب مولوی محمد حسن فیضی بھیں نے اعجاز المسیح کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا۔ اور اسی کتاب کے حواشی پر کچھ نوٹ لکھنے پایا تھا کہ حضرت اقدس کے الہام "من قام للجواب و تنمّر فسوف یریٰ انّہ تندّم و تذمّر" کے مطابق اچانک اسے ملک الموت نے آ دبایا۔ اس کی موت کو غنیمت سمجھ کر گولڑوی صاحب نے اصل کتاب بمعہ نوٹوں کے منگوائی اور اپنے نام پر "سیفِ چشتیائی" میں وہ نوٹ بتما ہا شائع کر دیئے۔ وہ خدا جس نے حضرت کو فرمایا تھا "اِنِّی مُهِينٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ" اپنے وعدوں کا سچا ہے۔ چنانچہ چند دن نہ گزرے کہ اس راز کا افشاء ہو گیا اور بالآخر گولڑوی کو اس کا اعتراف کرنا پڑا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس واقعہ کو بالتفصیل اپنی کتاب "نزول المسیح" میں درج فرمایا ہے۔ ہم اختصار کی خاطر صرف گولڑوی کا خط اور مولوی کرم الدین آف بھیں (جو سلسلہ احمدیہ کا تا حال مخالف ہے[1]) کے خط کا اقتباس درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ ان خطوط کی کوئی تردید نہیں ہوئی اور ممکن ہی نہ تھی۔ کیونکہ مولوی کرم الدین نے گولڑوی کا اصل خط حضرت کو پہنچا دیا تھا۔ نیز مورخہ ۲۵ر نومبر ۱۹۲۹ء کو مباحثہ پٹھانکوٹ میں عاجز راقم نے مولوی کرم الدین کے خطوط مندرجہ نزول المسیح کے حوالجات اس کے سامنے رکھے جن کو اس نے صحیح تسلیم کیا۔ ہاں یہ کہا کہ اس وقت میرے اور خیالات تھے۔ بہرحال وہ خطوط یہ ہیں:۔

پیر مہر علی شاہ کا خط (کارڈ)

"مجبی و مخلصی مولوی کرم الدین صاحب سلامت باشند۔ وعلیکم السلام و

---

[1] طبع ثانی کے وقت (جو تعاک مصیبت کے بعد فوت ہو چکا ہے۔ ابو العطاء)

رحمۃ اللہ۔ امّا بعد ایک نسخہ بذریعہ ڈاک یا کسے آدمی معتبر فرستادہ خواہد شد۔ آپ کو واضح ہو کہ اِس کتاب (سیفِ چشتیائی) میں تردید متعلق تفسیر فاتحہ (یعنی اعجاز المسیح) جو فیضی صاحب مرحوم و مغفور کی ہے باجازت[1] ان کے مندرج ہے۔ چنانچہ فیما بین تحریراً و نیز مشافہۃً جہلم میں قرار پا چکا تھا۔ بلکہ فیضی صاحب مرحوم کی درخواست پر میں نے تحریر جواب شمس بازغہ پر مضامین ضروریہ لاہور میں اُن کے پاس بھیج دیئے تھے اور ان کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے نام پر طبع کرا دیویں۔ افسوس کہ حیات نے وفا نہ کی اور نہ وہ میرے مضامین مُرسلہ لاہور میں مجھے ملے۔ آخر الامر مجھ کو ہی یہ کام کرنا پڑا لہٰذا آپ سے ان کی کتابیں مستعملہ منگوا کر تفسیر کی تردید مندرجہ حسب اجازت سابقہ بتغییرِ ما کی گئی۔ آئندہ شاید آپ کو یا مولوی غلام محمد صاحب کو تکلیف اُٹھانی ہوگی۔" والسلام

مولوی کرم الدین کے طویل خط کا اقتباس
بنام حضرت مسیح موعودؑ

"مکرّمنا حضرت اقدس مرزا صاحب جی مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ . . . . کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالب علم کے ذریعہ سے مجھے ایک خط رجسٹری شدہ جناب مولوی عبد الکریم صاحب کی طرف سے ملا جس میں پیر صاحب گولڑی کی "سیفِ چشتیائی" کی نسبت ذکر تھا۔ میاں شہاب الدین کو خاکسار نے بھی اِس امر کی اطلاع دی تھی کہ پیر صاحب کی کتاب میں اکثر حصّہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے ان نوٹوں کا ہے جو مرحوم نے کتاب اعجاز المسیح اور شمسِ بازغہ کے حواشی پر اپنے خیالات لکھے تھے وہ دونوں کتابیں پیر صاحب نے مجھ سے منگوائی تھیں اور اب واپس آگئی ہیں۔ مقابلہ کرنے سے وہ نوٹ باصلہٖ درج کتاب پائے گئے۔ یہ ایک

---

[1] یہ تو عذرِ گناہ بدتر از گناہ والی بات ہے ورنہ اس اجازت کا کتاب میں ذکر ہونا چاہیئے تھا (ابو العطاء)

نہایت سارقانہ کارروائی ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھ کر اپنی طرف منسوب کر لیئے اور اس کا نام تک نہ لیا ..... پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے باصلہا جناب کے ملاحظہ کے لیئے روانہ کیا جاتا ہے۔ جس میں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چرا کر سیفِ چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے لیکن ان سب باتوں کو میری طرف سے ظاہر فرمایا جانا خلافِ مصلحت ہے۔ ہاں اگر میاں شہاب الدین کا نام ظاہر بھی کر دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ پیر صاحب کی جماعت مجھ پر سخت ناراض ہو .... میاں شہاب الدین کی طرف سے بعد سلام علیکم مضمون واحد ہے۔ والسلام

خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ از بھیں تحصیل چکوال

مؤرخہ ۲۱ر جولائی ۱۹۰۲ء" (نزول المسیح صفحہ ۷۷-۷۹)

ناظرین کرام! ظاہر ہے کہ "سیفِ چشتیائی" پیر صاحب کی تفسیر نویسی سے سے عاجزی کے دھبّہ کو دھو نہیں سکی۔ بلکہ صورتِ موجودہ میں "سیفِ چشتیائی" جو ایک عامیانہ کتاب ہے ان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ سچ ہے ؎

مر گیا بدبخت اپنے وار سے ✤ کٹ گیا سر اپنی ہی تلوار سے

کھل گئی ساری حقیقت سیف کی ✤ کم کرو اب ناز اس مُردار سے

(نزول المسیح)

(۵) قولہٗ: "لطف یہ کہ ۲۳ر فروری ۱۹۰۱ء کو تفسیر پیر صاحب کے نام رجسٹری کرائی گئی اور اسی دن (غلط۔ ۲۵ر فروری کو۔ ناقل) ستّر دن کی میعاد بھی ختم ہو گئی کتنی زبردست چالاکی ہے جو خاص دکانداروں کا خاصہ ہے۔" (عشرہ صفحہ ۹)

اقول: - اس قدر بلادت؟ اتنی غباوت۔ یا پھر اتنی شرارت؟ کیا ان لوگوں کو

لہ لا یکون المؤمن جباناً۔ حضرت ؑ نے نام ظاہر فرما دیا اسلئے مولوی کرم الدین بگڑ بیٹھے اور مقدمات تک نوبت پہنچی۔ بالآخر خود حضرت مسیح موعودؑ کا نشان بن گئے۔ ملاحظہ ہو مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۲۹ (ابو العطاء)

خدا کا خوف نہیں رہا۔ جبکہ تم خود تسلیم کر چکے ہو کہ :-

"مرزا صاحب نے پیر صاحب کو لکھا کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر چار جزو ستر دن میں مَیں بھی لکھتا ہوں تم بھی لکھو۔" (عشرہ ص۶۷)

تو پھر شکوہ کیسا؟ فریقین کو ستر دن کی مہلت دی گئی۔ جو ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۲۵ فروری ۱۹۰۱ء تک تھی۔ حضرت مرزا صاحب نے میعاد کے اندر ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء کو تفسیر عربی سورۂ فاتحہ ساڑھے بارہ جزو پر مشتمل پیر صاحب کے نام رجسٹری کرا دی۔ اس میں "دکانداری" کیسی ہے؟ پیر صاحب نے الگ مستقل تفسیر ستر دن میں لکھنی تھی حضرت اقدس نے الگ۔ پیر صاحب نہ لکھ سکے اور حضرت اقدسؑ نے طبع کرا کر میعاد مقررہ میں ان کو بھیج دی۔ فظھر الحق وبطل ما کانوا یأفکون۔

ناظرین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ معترض پٹیالوی کس قدر دھوکا دے رہا ہے۔ گویا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ پیر صاحب بڑے مظلوم ہیں ان کو لکھنے کا موقع ہی نہ دیا گیا اور یونہی ان کے عجز کا اور اپنے اعجاز کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ فریقین کے لئے ستر دن کی یکساں میعاد تھی کسی نے مصنف عشرہ کے حق میں خوب کہا ؎

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

(۶) قولہ :- "الحکم کی یہ تحریر حقیقۃ الوحی کی محولہ بالا تحریر سے بہت پہلے کی ہے لیکن دونوں میں بھاری اختلاف ہے۔" (عشرہ ص۶۶)

اقول :- ہم پہلے حقیقۃ الوحی اور الحکم کی وہ عبارتیں درج کرتے ہیں جو معترض پٹیالوی نے اپنی کتاب کے ص۶۵ پر درج کی ہیں اور وہ یہ ہیں :-

ایڈیٹر صاحب الحکم کی تحریر	حقیقۃ الوحی کی عبارت
"ناظرین کو اس کی حالت اور کوائف پر پوری اطلاع پانے کے لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ اعجاز المسیح جو حضرت حجۃ اللہ	"رسالہ اعجاز المسیح جب بے فصیح عربی میں مَیں نے لکھا تو خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مَیں نے یہ اعلان شائع کیا کہ اس رسالہ کی نظیر اس

فصاحت وبلاغت کے ساتھ کوئی مولوی
پیش نہیں کر سکے گا۔ تب ایک شخص پیر مہر علی نام
ساکن گولڑہ نے یہ لاف و گزاف مشہور
کی کہ گویا وہ ایسا ہی رسالہ لکھ کر دکھلائیگا۔
اس وقت خدا کی طرف سے مجھے یہ الہام
ہوا مَنَعَہٗ مانعٌ مِن السّماء یعنی ایک
مانع نے آسمان سے اس کو نظیر پیش کرنے
سے منع کر دیا۔ تب وہ ایسا ساکت اور
لاجواب ہو گیا کہ اگرچہ عوام الناس کی طرح
اردو میں بکواس کرتا رہا مگر عربی رسالہ کی
نظیر آج تک نہ لکھ سکا۔"

(ص ۳۷۹ حقیقۃ الوحی)

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی تصنیف
ہے جو ستّر دن کے اندر باوجودیکہ چار جزو کا
وعدہ تھا ساڑھے بارہ جزو پر شائع ہو گئی اور
۲۲ر فروری ۱۹۰۱ء کو پیر گولڑوی کو بعینہٖ
رجسٹری بھیجی گئی اور بالمقابل پیر صاحب کی
طرف سے ستّر دن کے اندر چار جزو اور
ساڑھے بارہ جزو تو کجا ایک آدھ صفحہ بھی
اعجازی عربی تفسیر کا شائع نہیں ہوا اور اس
طرح پر الہام مَنَعَہٗ مانعٌ من السّماء
پورا ہو گیا۔ پیر گولڑوی کی علمیت، عربی دانی
اور قرآن دانی کا راز طشت از بام ہو گیا۔"

(الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۲ء)

حضرات قارئین! ہر دو اقتباس آپ کے سامنے ہیں۔ ان میں کونسا "بھاری اختلاف" ہے جس پر معترض پٹیالوی اس قدر اترا رہا ہے۔ اس کا پیش کردہ "بھاری اختلاف" پڑھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اِک قطرۂ خوں نہ نکلا

آپ نے لکھا ہے :۔

"الف۔ الحکم کہتا ہے کہ اس رسالہ کا مخاطب پیر گولڑی تھا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر میں نے شائع کر دیا تھا کہ کوئی مولوی اسکی نظیر پیش نہیں کر سکے گا۔ یہ کوئی مولوی والی شرط کہاں سے حقیقۃ الوحی میں آ گئی۔"

الجواب۔ بے شک تفسیر نویسی کے مقابلہ میں اصل مخاطب پیر گولڑی صاحب تھے۔

اسلیئے الحکم کا لکھنا بھی درست ہے۔ مگر پیر صاحب کے علاوہ ان کے حامی تمام علماء کو بھی دعوت دی گئی تھی اسلیئے حقیقۃ الوحی میں "کوئی مولوی" کی شرط بھی ٹھیک ہے۔ پہلا بیان مخاطب اوّلاً و بالذّات سے متعلق ہے اور دوسری تحریر میں مخاطبین ثانیاً و بالتبع کا ذکر ہے حضرت اقدسؑ نے ۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں صاف لکھا تھا:۔

(۱) "پیر صاحب دستگیر نہ ہوں ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لیئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی محمد حسن بھیں وغیرہ کو بلالیں۔ بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی بلالیں۔"

(۲) "ان (پیر صاحب) کی حمایت کرنے والے اگر ایمان سے حمایت کرتے ہیں تو اب ان پر زور دیں ورنہ ہماری یہ دعوت آئندہ نسلوں کے لئے بھی ایک چمکتا ہوا ثبوت ہماری طرف سے ہوگا کہ اس قدر ہم نے اس مقابلہ کے لئے کوشش کی۔ پانسو روپیہ انعام دینا بھی کیا لیکن پیر صاحب اور ان کے حامیوں نے اس طرف رُخ نہ کیا۔"

پس اوّل تو اس لحاظ سے بھی "کوئی مولوی" کی شرط بالکل درست ہے لیکن اس جگہ تو معاملہ بہت ہی واضح ہے کیونکہ حضرت اقدسؑ نے جب اعجاز المسیح تحریر فرمائی تو اسی اثنا میں آپ کو الہام ہوا کہ جو کوئی اس کتاب کا جواب لکھنے کے لیئے کھڑا ہوگا سخت نادم ہوگا۔ اور آپ نے اس الہام کو اعجاز المسیح کے سرورق پر شائع فرمایا۔ فرض کر لو کہ بالمقابل تفسیر نویسی کے لیئے ستّر دن کی میعاد والی صورت محض پیر گولڑوی صاحب سے مخصوص تھی۔ لیکن اعجاز المسیح کے طبع ہو جانے کے بعد جواب کے لیئے صدائے عام تھی جس میں سب لوگ مخاطب آگئے۔ ایک مولوی محمد حسن بھیں اُٹھا مگر جانتے ہو اُس کا کیا حشر ہوا۔ پڑھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"کتاب اعجاز المسیح کے بارے میں یہ الہام ہوا تھا کہ مَن قام للجواب وتنمر فسوف یری انه تندم وتذمر یعنی جو شخص غصّہ سے بھر کر

اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے تیار ہوگا وہ عنقریب دیکھ لے گا کہ وہ نادم ہوا اور حسرت کے ساتھ اُس کا خاتمہ ہوا۔ چنانچہ محمد حسن فیضی ساکن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم مدرس مدرسہ نعمانیہ واقعہ شاہی مسجد لاہور نے عوام میں شائع کیا کہ میں اس کتاب کا جواب لکھتا ہوں۔ اور ایسی لاف مارنے کے بعد جب اُس نے جواب کے لیے نوٹ تیار کرنے شروع کیے اور ہماری کتاب کے اندر بعض صداقتوں پر جو ہم نے لکھی تھیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین لکھا تو جلد ہلاک ہوگیا۔ دیکھو مجھ پر لعنت بھیج کر ایک ہفتہ کے اندر ہی آپ لعنتی موت کے نیچے آگیا۔ کیا یہ نشان الٰہی نہیں؟" (نزول المسیح صفحہ ۱۹۳-۱۹۴)

پس حقیقۃ الوحی میں جس الہام کی اشاعت کا ذکر ہے وہ مَن قام للجواب والا ہے۔ اور اس میں تمام علماء کو مخاطب کیا گیا۔ اب خلاصۂ جواب یہ ہے کہ الحکم میں پیر گولڑی صاحب کے بالمقابل تفسیر نویسی ستّر دن والی میعاد کی مجوّزہ صورت میں اس کے مخاطب ہونے کا ذکر ہے اور حقیقۃ الوحی میں بعد طبع کتاب اعجاز المسیح "مَن قام للجواب" کی الہامی تحدّی کے ماتحت تمام علماء کے مخاطب کیے جانے کا ذکر ہے۔ لہٰذا کوئی اختلاف نہیں محض معترض کی اپنی عقل کا قصور ہے۔

(ب) پھر پٹیالوی صاحب نے لکھا ہے:۔

"الحکم کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فریقین میں پہلے سے یہ قرار پایا تھا کہ ستّر دن کے اندر چار چار جزو کی تفسیر فریقین لکھیں۔ حقیقۃ الوحی سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر لکھنے کے بعد مرزا صاحب نے اعلان کیا تب پیر گولڑی تفسیر لکھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔" (عشرہ صفحہ ۶۶)

الجواب۔ دونوں نتیجے صحیح ہیں۔ صرف "تفسیر لکھنے کے لیے" کی جگہ "تفسیر (اعجاز المسیح) کا جواب لکھنے کے لیے" ہے۔ کیونکہ حقیقۃ الوحی میں جو اعلان بے نظیری کتاب اعجاز المسیح مذکور ہے اس کو حضرت خود نزول المسیح میں "مَن قام للجواب وتنمّر فسوف یری انّہ تندّم وتذمّر" کی تحدّی عام کا مترادف قرار دے چکے ہیں اور

حقیقۃ الوحی کے الفاظ بھی اِسی کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ وہاں یہ لکھا ہے کہ:-

"تب ایک شخص پیر مہر علی نام ساکن گولڑہ نے یہ لاف و گزاف مشہور کی کہ گویا وہ ایسا ہی رسالہ (اعجاز المسیح کی طرح۔ مؤلف) لکھ کر دکھلائے گا۔"

یعنی پیر صاحب نے حسب تحریر الحکم بالمقابل تفسیر سورۃ فاتحہ عربی ستر دن میں لکھنے سے گریز کیا۔ ہاں جب حضرت اقدس نے میعاد کے اندر اعجاز المسیح شائع فرمائی تو مطابق عبارت حقیقۃ الوحی اس نے اعجاز المسیح کے جواب کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مَیں بھی ایسی کتاب لکھوں گا۔ بہرحال الحکم کی تحریر اور حقیقۃ الوحی کے بیان میں کوئی اختلاف نہیں۔

متذکرہ بالا جواب کی تائید اور توضیح کے لئے ہم ذیل میں نزول المسیح کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:-

"اِس کتاب (سیف چشتیائی) کے پہنچنے سے پہلے ہی مجھ کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ اعجاز المسیح کے مقابل پر وہ ایک کتاب لکھ رہے ہیں مگر مجھ کو یہ امید نہ تھی کہ وہ میری عربی کتاب کا جواب اُردو میں لکھیں گے۔ بلکہ مجھے یہ خیال تھا کہ چونکہ اکثر باسمجھ لوگوں نے پیر صاحب کی اُس مکارانہ کارروائی کو پسند نہیں کیا جو انہوں نے لاہور میں کی تھی۔ اسلئے ندامت مذکورہ بالا کا داغ دھونے کے لئے ضرور انہوں نے یہ ارادہ کیا ہوگا کہ میرے مقابل تفسیر نویسی کے لئے کچھ طبع آزمائی کریں اور میری کتاب اعجاز المسیح کی مانند سورۃ فاتحہ کی تفسیر عربی فصیح بلیغ میں شائع کردیں تا لوگ یقین کرلیں کہ پیر جی عربی بھی جانتے ہیں اور تفسیر بھی لکھ سکتے ہیں لیکن افسوس کہ میرا یہ خیال صحیح نہ نکلا۔" (نزول المسیح صفحہ ۵۳)

اِس اقتباس کو پڑھنے کے بعد کون عقلمند ہے جو حقیقۃ الوحی اور الحکم کی تحریر میں اختلاف قرار دے؟ ھَل فیکم رجلٌ رشید۔

(ج) آخری اور "بھاری اختلاف" معترض نے باین الفاظ درج کیا ہے:-

"الحکم کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ تفسیر شائع ہونے سے پہلے ہی الہام

منع مانع من السماء ہو چکا تھا جو کتاب کی اشاعت کی تاریخ ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء کو پورا ہو گیا۔ حقیقۃ الوحی کا بیان ہے کہ جب پیر گولڑی نے تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا تب الہام منع مانع من السماء ہوا" (عشرہ ص۶۶)

الجواب۔ درحقیقت الہام "مَنَعَہٗ مانعٌ من السّماءِ" دو مرتبہ ہوا۔ ایک اس وقت جبکہ حضور رسالہ "اعجاز المسیح" رقم فرما رہے تھے۔ جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے :-

"اِنّی اریت مبشّرۃ فی لیلۃ الثلثاء اذ دعوت اللّٰہ ان یجعلہ معجزۃ للعلماء ودعوت ان لا یقدر علی مثلہ احدٌ من الادباء ولا یعطی لھم قدرۃ علی الانشاء فاجیب دعائی فی تلک اللیلۃ المبارکۃ من حضرۃ الکبریاء وبشّرنی ربّی وقال منعہ مانع من السماء ففھمت انّہ یشیر الی انّ العدا لا یقدرون علیہ ولا یأتون بمثلہ ولا کصفتیہ "

ترجمہ :- مَیں نے سہ شنبہ کی شب ایک خواب دیکھی۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ وہ اِس رسالہ کو علماء کے لئے معجزہ بنائے۔ نیز یہ بھی کہ کوئی ادیب اس کی مثل پر قادر نہ ہو اور نہ ان کو انشاء پردازی کی قدرت دی جائے۔ چنانچہ اس مبارک رات میں بارگاہِ ایزدی میں میری دعا قبول کی گئی اور میرے رب نے مجھے بشارت دیکر فرمایا کہ ہر ادیب کو آسمان سے روکنے والے نے روک دیا ہے۔ پس مَیں سمجھ گیا کہ اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ دشمن اس کی مثل پر قادر نہ ہوں گے اور ہر دو صفات (عربیت و تفسیر) اس کے مقابلہ سے عاجز ہوں گے" (اعجاز المسیح ص۶۶)

اِس موقع پر اِس الہام کا اشارہ تمام مخالفین کی طرف ہے کہ وہ اِس مدّتِ مقررہ میں سورۃ فاتحہ کی عربی تفسیر نہ لکھ سکے۔ اِس الہام نے پیر مہر علی شاہ صاحب کے حق میں خصوصاً اور عام مخالفین کے حق میں عموماً فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ اس سترؔ دن والے مقابلہ میں عاجز رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا

لہٰذا الحکم کا میعاد مقررہ گزر جانے اور اس تمام عرصہ میں (جو ۲۰؍فروری ۱۹۰۱ء کو ختم ہوتا ہے) مخالفین کی طرف سے تفسیر سورۂ فاتحہ عربی شائع نہ ہونے پر یہ لکھنا کہ:-

"الہام مَنَعَہٗ مانِعٌ من السماء پورا ہوگیا"

بالکل درست اور بجا تھا۔ یہ وہ الہام تھا جو قبل اشاعتِ اعجاز المسیح ہوا اور اس کتاب کے ص۶۶ پر درج ہوا۔

پھر دوسری مرتبہ جبکہ پیر گولڑوی نے مشہور کیا کہ وہ اس کتاب یعنی اعجاز المسیح کی مثل یا اس کا جواب شائع کرے گا، خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دوبارہ[1] انہی الفاظ میں الہام فرمایا اور اطلاع دی:-

مَنَعَہٗ مانِعٌ من السماء

کہ وہ اعجاز المسیح کی مثل یا اس کا جواب واقعی (یعنی مشتمل بر تفسیر و عربیت) ہرگز نہیں لاسکے گا۔ واقعات نے بتادیا کہ گولڑوی صاحب صرف چند اوراق بزبان اردو اور وہ بھی محمد حسن متوفی کے نوٹوں کے سرقہ موسومہ "سیف چشتیائی" شائع کرسکے۔ اعجاز المسیح کی مثل یا اس جیسی فصیح عربی و تفسیر فاتحہ سے کلیتہً عاجز آگئے اور اس طرح انہوں نے پھر تازہ الہام منعہ مانعٌ من السماء کی صداقت پر مہر کر دی۔ اس دوسری دفعہ کے الہام کا ذکر حقیقۃ الوحی میں ہے۔ پس الحکم اور حقیقۃ الوحی کی عبارتوں میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں کیونکہ دونوں جگہ علیحدہ علیحدہ موقع کے الہام اور اس کے پورا ہونے کا ذکر ہے فلا اشکال فیہ۔

اعجاز المسیح کے متعلق جو کچھ معترض پٹیالوی نے لکھا تھا اس کا مفصل جواب دینے کے بعد اب ہم اعجاز احمدی کا ذکر کرتے ہیں۔

اعجاز احمدی

یہ وہ انعامی اعجازی تصنیف ہے جس کی مثل لانے سے عاجز ہی سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو خصوصاً اور باقی علماء کو عموماً ذلیل و رسوا کر دیا۔ موضع مُدّ ضلع امرتسر میں ۲۹-۳۰؍اکتوبر ۱۹۰۲ء کو حضرت

---

[1] دوبارہ انہی الفاظ میں الہام ہونا کوئی قابلِ اعتراض امر نہیں۔ سورۃ الرحمٰن میں آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ بار بار آئی ہے اور سورۂ بقرہ اور سورۂ لقمان کے شروع میں بھی تطابق لفظی ہے۔ (ابوالعطاء)

استاذی المکرم جناب مولانا سید سرور شاہ صاحب فاضلؓ اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا مباحثہ ہوا جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بہت کچھ لاف و گزاف کے علاوہ پیشگوئیوں کی سخت تکذیب کی۔ ۲ ر نومبر کو حضرت مولانا موصوف قادیان واپس آئے اور مباحثہ کے حالات سُنائے۔ حضرت اقدسؑ کو مولوی ثناء اللہ کی دیدہ دلیری پر بہت تعجب ہوا۔ آخر ۷ ر نومبر کو آپ کو خیال آیا کہ:۔

"خدا تعالیٰ سے یہ درخواست کی جائے کہ ایک سادہ قصیدہ بنانے کے لئے روح القدس سے مجھے تائید فرمائے جس میں مباحثہ مد کا ذکر ہو تا اس بات کے سمجھنے کے لئے دقت نہ ہو کہ وہ قصیدہ کتنے دن میں تیار کیا گیا ہے۔ سو میں نے دعا کی کہ اسے خدائے قدیر مجھے نشان کے طور پر توفیق دے کہ ایسا قصیدہ بناؤں اور وہ دعا میری منظور ہو گئی اور روح القدس سے ایک خارق عادت مجھے تائید ملی اور وہ قصیدہ پانچ دن میں میں نے ختم کر لیا۔ کاش اگر کوئی اور شغل مجبور نہ کرتا تو وہ قصیدہ ایک دن میں ہی ختم ہو جاتا۔ کاش اگر چھپنے میں کسی قدر دیر نہ لگتی تو ۹ ر نومبر ۱۹۰۲ء تک وہ قصیدہ شائع ہو سکتا تھا۔

یہ ایک عظیم الشان نشان ہے جس کے گواہ خود مولوی ثناء اللہ صاحب ہیں کیونکہ قصیدہ سے خود ثابت ہے کہ یہ اُن کے مباحثہ کے بعد بنایا گیا اور مباحثہ ۲۹ - ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ہوا تھا اور ہمارے دوستوں کے واپس آنے پر ۸ ر نومبر ۱۹۰۲ء کو اس قصیدہ کا بنانا شروع کیا گیا اور ۱۲ ر نومبر ۱۹۰۲ء کو مع اس اُردو عبارت کے ختم ہو چکا تھا۔ چونکہ میں یقین دل سے جانتا ہوں کہ خدا کی تائید کا یہ ایک بڑا نشان ہے تا وہ مخالف کو شرمندہ اور لاجواب کرے اسلئے میں اس نشان کو دس ہزار روپیہ کے انعام کے ساتھ مولوی ثناء اللہ اور اس کے مددگاروں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۲۹)

پھر حضورؑ نے مخالفین کو مثل لانے کے لئے چیلنج دیتے ہوئے مدت کی تعیین بایں الفاظ فرمائی:۔

"انشاء اللہ ۱۶ ر نومبر ۱۹۰۲ء کی صبح کو میں یہ رسالہ اعجاز احمدی مولوی ثناء اللہ

کے پاس بھیج دوں گا جو مولوی سید محمد سرور صاحب لے کر جائیں گے۔ اور اسی تاریخ یہ رسالہ ان تمام صاحبوں کی خدمت میں جو اس قصیدہ میں مخاطب ہیں بذریعہ رجسٹری روانہ کر دوں گا۔ بالآخر میں اس بات پر بھی راضی ہو گیا ہوں کہ ان تمام مخالفوں کو جواب مذکورہ بالا کے لکھنے اور شائع کرنے کے لئے پندرہ روز کی مہلت دوں۔ کیونکہ اگر وہ زیادہ سے زیادہ بحث کریں تو انہیں اس صورت میں کہ ۱۸ ریا ۱۹ ر نومبر ۱۹۰۲ء تک میرا قصیدہ ان کے پاس پہنچ جائیگا۔ بہرحال ماننا پڑے گا کہ یکم نومبر ۱۹۰۲ء سے نصف نومبر تک پندرہ دن ہوئے مگر تاہم میں نے ان کی حالت پر رحم کر کے اتمام حجت کے طور پر پانچ دن ان کے لئے اور زیادہ کر دیئے ہیں اور ڈاک کے دن ان دنوں سے باہر ہیں۔ پس ہم جھگڑے سے کنارہ کرنے کے لئے تین دن ڈاک کے فرض کر لیتے ہیں یعنی ۱۷-۱۸-۱۹ ر نومبر ۱۹۰۲ء ان دنوں تک بہرحال ان کے پاس جا بجا یہ قصیدہ پہنچ جائے گا۔ اب ان کی اصل میعاد ۲۰ ر نومبر سے شروع ہو گی۔ پس اس طرح پر ۱۰ ر دسمبر ۱۹۰۲ء تک اس میعاد کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر اگر ۲۰ دن میں (مولوی ثناء اللہ ۲۵ دن میں کیونکہ اسے ۱۶ ر نومبر ۱۹۰۲ء کو رسالہ پہنچا دیا گیا تھا۔ ابو العطاء) جو دسمبر ۱۹۰۲ء کی دسویں کے دن کی شام تک ختم ہو جائے گی انہوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا تو یوں سمجھو کہ میں نیست و نابود ہو گیا اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا۔ اس صورت میں میری جماعت کو چاہیئے کہ مجھے چھوڑ دیں اور قطع تعلق کریں لیکن اگر اب بھی مخالفوں نے عمداً کنارہ کشی کی تو نہ صرف دس ہزار روپے انعام سے محروم رہیں گے بلکہ دس لعنتیں ان کا ازلی حصہ ہو گا۔"

(اعجاز احمدی صفحہ ۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعجاز احمدی کی مثل لانے پر دس ہزار روپیہ مقرر کرنا ہی حضورؑ کے یقینِ تام پر زبردست دلیل ہے لیکن اس سے بڑھ کر حضورؑ نے مخالفین کو اکسانے

کے لئے بطور پیشگوئی فرمایا :-

"دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے اس نشان پر حصر رکھتا ہوں۔ اگر میں صادق ہوں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں صادق ہوں تو کبھی ممکن نہیں ہوگا کہ مولوی ثناء اللہ اور ان کے تمام مولوی پانچ دن[1] میں ایسا قصیدہ بنا سکیں اور اُردو مضمون کا رد لکھ سکیں کیونکہ خدا تعالیٰ ان کی قلموں کو توڑ دیگا اور ان کے دلوں کو غبی کر دے گا۔" (اعجاز احمدی ص۳۷)

واقعات نے بتا دیا کہ نہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اس کی مثل لا سکے۔ اور نہ ہی مولوی اصغر علی صاحب، نہ پیر مہر علی شاہ صاحب اور نہ مولوی علی حائری صاحب شیعہ وغیرہ اسکی نظیر پر قادر ہو سکے۔ ناظرین کرام! کیا یہ خدا تعالیٰ کا ایک زبردست نشان نہیں کہ ایک گاؤں کا رہنے والا جسے اس کے مخالف عربی زبان سے بالکل نابلد قرار دیتے تھے پانچ دن کے اندر ایک تصنیف کرتا ہے اور کُل پندرہ دن کے اندر اندر لکھ کر اور شائع کر کے مخالفین کے گھروں پر پہنچا دیتا ہے۔ اور سب کو اس کی مثل کے لیئے للکارتا ہے اور اپنی کتاب کی اعجازی طاقت پر شاندار الفاظ میں دعویٰ کرتا ہے بلکہ مثل لانے والوں کو بیس[۲۰] اور پچیس[۲۵] دن کی مہلت دیکر دس ہزار[۱۰۰۰۰] روپیہ انعام بھی مقرر کرتا ہے مگر وہ سب کے سب گنگ ہو جاتے ہیں، ان کی قلمیں جواب دے دیتی ہیں اور دل غبی ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ خدا کی قدرت کا چمکتا ہوا نشان نہیں؟ یقیناً ہے! مگر کن کے لیئے؟ صرف ان کے لیئے جن کے دلوں میں خشیتِ الٰہی اور خوفِ خدا ہو۔ ورنہ منکرین کا تو یہ حال ہے کہ صدہا نشان دیکھ کر بھی اعراض ہی کرتے ہیں۔ فرمایا

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ[2]

---

[1] جیسا کہ آؤ پر مذکور ہے اس کی مثل لانے کے لیئے عام مولویوں کو بیس[۲۰] دن اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو پچیس[۲۵] دن کی میعاد دی گئی تھی۔ یہ پانچ دن کا ذکر محض تقابل کے لیئے بغرض تصنیف مذکور ہے وبس۔ (مؤلف)

[2] بہت سے نشانات آسمانوں اور زمین میں ظاہر ہوتے ہیں کہ یہ لوگ ان پر سے گذرتے ہیں یعنی ان کو دیکھتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں۔ ۱۲

بے مثل کلام لانا یقیناً یقیناً منجانب اللہ ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ سُنیئے مولوی شبیر احمد صاحب مدرّس دارالعلوم دیوبند (جنہیں آخر پاکستان میں شیخ الاسلام قرار دیا گیا تھا۔ ابوالعطاء) لکھتے ہیں:۔

"ٹھیک اسی طرح خدائی کلام وہ ہے کہ ساری دنیا اس جیسا کلام بنانے سے عاجز اور درماندہ ہو۔ ساری دنیا کو للکارا جائے، غیرتیں دلائی جائیں، مقابلہ کے لیئے کھڑا کیا جائے، اور لوگ چاہیں کہ کسی طرح یہ روشنی بجھ جائے مگر پھر بھی ویسا کلام بنا کر نہ لاسکیں تو ہم سمجھیں گے کہ یہ خدا کا کلام ہے ...... جو نبی دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی ہوں ...... اور اس کی یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ میرے ہاتھوں اور زبان سے وہ چیزیں ظاہر کریگا جو اس کی عام عادت کے خلاف ہوں گی اور دنیا ان کی مثال لانے سے عاجز ہوگی پھر اس کے موافق مشاہدہ بھی کیا جا رہا ہو تو یہ خدا کی جانب سے عملاً اس کے دعویٰ کی تصدیق ہے ...... ہم بلاخوف تردید یہ یقین رکھتے ہیں کہ خداوند قدوس جو کہ تمام سچائیوں کا سرچشمہ ہے کسی انسان کو یہ دسترس نہ دے گا کہ وہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرکے ایسے خوارق عادات دکھلائے کہ دنیا اس کے مقابلہ سے عاجز ٹھہرے۔ جس کا جی چاہے اب بھی اس ضابطہ کا امتحان کر دیکھے۔" (رسالہ اعجاز القرآن صفحہ ۱۲ و ۲۰)

پس اے بھائیو! اگر تم ہماری باتوں کو تسلیم نہیں کرتے تو مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی کی آواز پر ہی کان رکھو ؎ ز سعدی شنو گر ز من نشنوی۔

اعجازِ احمدی اور معترض پٹیالوی

منشی محمد یعقوب لکھتے ہیں:۔

"ایک قصیدہ اعجازیہ مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مقابلہ میں لکھکر ۲۰ دن[1]

---

[1] اگرچہ ساری بحث میں معترض پٹیالوی نے امرتسری منکر کا پس خوردہ ہی کھایا ہے لیکن میعاد میں اس سے اختلاف کیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ تو صرف پانچ دن مہلت بنا کر دھوکا دیتا ہے (دیکھو الہامات مرزا صفحہ ۹۶) مگر پٹیالوی صاحب کو تسلیم کرنا پڑا کہ بیس دن مہلت تھی اور پھر وہ بھی ۱۶ر نومبر سے ۱۰ر دسمبر تک علاوہ ۲۵ دن ہو گئی تھی۔ (ابوالعطاء)

کے اندر اس کا مطبوعہ جواب مانگا جو ۹۰ (نوّے) صفحہ کی کتاب نظم و نثر میں ہے۔" (عشرہ صفحہ ۹۶)

کیا مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس کا جواب لکھا؟ معترض پٹیالوی معذرت کرتا ہوا لکھتا ہے[1]

"قصیدہ مذکور مولوی صاحب کے پاس پہنچنے کے بعد مولوی صاحب کا اس کا جواب قلمبند کرنا اور پھر اس کو صاف کرا کر مطبع میں بھیجنا اور مطبع والے کا اس میعاد کے اندر اندر چھاپ کر مصنف کے پاس ارسال کرنا اور پھر مصنف کا اسے بصیغہ رجسٹری مرزا صاحب کے نام روانہ کرنا اور ڈاک والوں کا اسے مرزا صاحب کے ہاتھ میں پہنچانا یہ سب مرحلے اس بیس دن (عملاً پچیس دن) میں ہی طے ہونے لازمی تھے۔ اب جاننے والے جانتے ہیں (خوب جانتے ہیں۔ مؤلف) کہ ان ساری باتوں کا اس تھوڑی سی میعاد میں پورا ہونا کس طرح ممکن تھا۔"

(عشرہ صفحہ ۹۶)

ناظرین! یہ تو آپ نے منشی محمد یعقوب کی خام خیالی یا عذرِ گناہ بدتر از گناہ پڑھا اب ذرا مولوی ثناء اللہ کے اپنے الفاظ بھی پڑھ لیجئے۔ لکھا ہے:۔

"کیا ہی معجزہ ہے کہ پریس[2] کے کام کو بھی معجزہ کا جزو بنایا ہے تاکہ اگر[3] کسی صاحب میں ذاتی لیاقت و قابلیت ہو بھی، تو بوجہ اس کے کہ اس کے پاس پریس کا انتظام[4] ایسا نہیں جو قادیانی پریس کی طرح صرف مرزا ہی کا کام کرتا ہو تو بس

---

[1] واقعی اتنے غیر معمولی اور جان جوکھوں کے مراحل کا طے کرنا ناممکن اور محال تھا۔ بھلا امرتسر ایسے گاؤں میں جہاں نہ پریس ہے نہ کاتب بلکہ لندن سے کتابیں چھپوانی پڑتی ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہوتا اور ادھر اللہ تعالیٰ کی تائید سے بھی بکلی محروم تھے یوخذ الرجل باقرارہ! افسوس سہ عالماں ایں دہر کردند شعار خود دغا را۔

[2] کیا بذریعہ تلوار و نیزہ کفار کے لئے عذاب معجزہ اور نشان نہ تھا پڑھو یعذبھم اللہ بایدیکم (توبہ ع ۲) کیا یہی قرآن فہمی ہے؟

[3] لفظ اگر اور بھی قابلِ غور ہیں گویا خود تسلیم کر لیا کہ ہم میں سے کسی مولوی میں اعجاز احمدی کی مثل بنانے کی قابلیت نہیں اور اگر بالفرض ہوتی بھی تو وہ سامان مہیا نہ ہونے پر عاجز رہتا۔ سچ ہے ع حق بر زبان جاری۔ کیا معجزہ کے سر اور سینگ ہوتے ہیں؟ (ابو العطاء)

[4] اخبار اہلحدیث کی باقاعدہ اشاعت پر تو بہت نازاں ہو مگر (اعجاز احمدی کے) جواب کے لئے بہانہ ہائے بسیار۔ ذرا زیادہ اجرت دینے سے مطبع والے راتوں رات صفحات کے صفحات چھاپ کر دیدیتے ہیں مگر یہاں تو اللہ تعالیٰ کا منشاء کچھ ہی تھا (ابو العطاء)

اس کی لیاقت بھی ملیامیٹ، ضائع اور برباد ہے۔" (الہامات مرزا ص۹)

ناظرین! ہر دو اقتباس آپ کے سامنے ہیں۔ کیا کوئی سمجھدار انسان ان عذرات واہیہ کو پرپشہ کے برابر بھی وقعت دے سکتا ہے؟ امرتسر کے بالمقابل قادیان کی چھوٹی سی بستی ہے۔ امرتسر کے کثیر التعداد مطابع پر نگاہ کرو، علماء اور مولویوں کی کثرت کو مدنظر رکھو۔ پھر انعامی رقم دس ہزار کا لحاظ کرو۔ علاوہ ازیں اس مخالفت کا بھی خیال کرو جو سب اقوام اور مسلمانوں کے تمام طبقوں کو جماعت احمدیہ سے تھی۔ پھر خدارا بتلاؤ کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ ایک انسان صرف ۵ صفحہ کی کتاب کی مثل لانے پر اپنے سلسلہ اور تمام دعاوی کو باطل ماننے کے لئے تیار ہے، اور اپنے متبعین کو علیحدہ ہو جانے کی تلقین کر رہا ہے، اس نشان پر حصر کر رہا ہے، غیرت دلا رہا ہے مگر مخالف بہمہ اسباب وتعلی اور ادعا ء برق بیانی و طلاقت لسانی ساکت، خاموش، عاجز اور محض گنگ ہیں۔ ان کے دماغ مفلوج ہو گئے، ہاتھ شل ہو گئے، قلمیں رک گئیں، اور جوارح معطل ہو گئے۔ بھلا تم ہی انصاف کرو کہ اس سے بڑھ کر اور معجزہ کیا ہو گا! کیا اہلسنت والجماعت کی کتاب شرح العقائد نسفی کی شرح نبراس میں" وجوہ الاعجاز" پر بحث کرتے ہوئے ایک وجہ جس پر سنی، معتزلی، اور شیعہ اماموں کا اتفاق بتایا گیا ہے یہ نہیں لکھی کہ:-

"اللہ سبحانہ صرف القویٰ والعقول عن معارضتہ" (ص۴۳۳)

کہ قرآن مجید کے معارضہ اور مقابلہ سے اللہ تعالیٰ نے قویٰ واسباب اور عقول انسانیہ کو روک دیا یہ اس کے اعجاز کی دلیل ہے۔ اسی طرح سے حضرت مرزا صاحبؑ کے لیئے باوجود غربت وکس مپرسی اور مخالفت دشمناں اسباب کا مہیا ہو جانا اور آپ کے مخالفین کے لئے مہیا نہ ہونا خود اس بات پر قاطع دلیل ہے کہ قدرت حضرت مرزا صاحبؑ کی تائید میں کام کر رہی تھی اور مشیت الٰہی ان کے موافق تھی یہ کھلا معجزہ ہے۔

یاد رکھو اسباب کے ہوتے ہوئے بھی کوئی ذرہ مسبب الاسباب کی اجازت کے بغیر کام نہیں کر سکتا۔ طبیب موجود ہوتے ہیں، دوائیں تیار ہوتی ہیں مگر مشیت الٰہی اپنا کام کر جاتی ہے اور کوئی سبب مریض کو بچا نہیں سکتا۔ ہاں جب اس کی مشیت ہوتی

ہے تو وہ ظاہری اسباب کو معدوم پاکر موجود کر دیتا ہے۔ کیا اس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے سنسان وادی میں پانی پیدا نہ کر دیا؟ کیا اس نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے مخالف ساما نوں کے ہوتے ہوئے غارِ ثور میں زندہ نہ بچایا؟ افسوس کہ سب کچھ دیکھتے ہوئے تم خدا سے ناامیدی ظاہر کر رہے ہو۔ سچی بات یہی ہے کہ تم میں توکل، امانت اور تقویٰ کا ذرہ نہ تھا۔ ورنہ کیا قادر خدا مقابلہ اور شدید مقابلہ کے وقت بھی تمہارے لئے سامان موافق نہ کرتا۔ حالانکہ وہ قرآن مجید میں فرما چکا تھا وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ[1] (الطلاق ع) پس اگر تم میں تقویٰ ہوتا تو سارے سامان میسّر ہو جاتے اور اگر تم میں خدا کی ذات پر یقین ہوتا تو ان بودے اور لچر عذروں سے حق کو چھپانے کی کوشش نہ کرتے۔ مگر آہ! تم اُس قادر اور مسبّب الاسباب خدا کے چہرہ اور اس کی قدرتوں سے محجوب ہو۔ اور یہی ضرورت تھی کہ مسیح وقت آتا اور تم کو پھر اسی کے آستانہ پر جھکا دیتا۔

افسوس! ان لوگوں نے اتنا بھی غور نہ کیا کہ اگر پریس کی وجہ سے اعجاز احمدی معجزہ نہیں بن سکتی تو کیا حضرت نوح علیہ السلام کا کشتی میں بچ جانا معجزہ رہ سکتا ہے؟ حالانکہ ربّ السمٰوات اِس واقعہ کو "اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" قرار دیتا ہے۔

پھر اگر پریس کے باعث اِس اعجاز میں نقص ہے تو کیا صحابہ کرام کی فتوحات جنگ بدر اور فتح مکّہ وغیرہ بھی نشان نہیں؟ کیونکہ صحابہؓ نے ان میں تلواروں اور نیزوں سے کام لیا تھا۔ اسے صداقت کے دشمنو! سوچو کہ تم یہ اعتراض کر کے تمام صداقتوں اور سارے نبیوں پر الزام لگاتے ہو۔ خدا کے قہر سے ڈر جاؤ۔ ورنہ دہریت کی موت مرو گے۔ ع

زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

معترض بٹیالوی نے طباعت وغیرہ کے لئے اس قدر دشواری کا ذکر کیا ہے کہ گویا مولوی ثناء اللہ افغانستان کی کسی وادی میں رہتے ہیں اور ان کو کلکتہ میں کتاب چھپوانی پڑتی

---

[1] ترجمہ۔ جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسباب پیدا کرے گا اور اس کو نامعلوم اور خیال سے بالا طریق پر سامان دے گا۔ ۱۲

ہے حالانکہ ۹۰ صفحہ کی کتابت اور چھپوائی کے لئے زیادہ[1] سے زیادہ ایک ہفتہ درکار ہوتا۔ مگر یہ سب کچھ اس صورت میں ہوتا جب نصرتِ الٰہی یاوری کرتی لیکن جب آسمان پر ہی یہ فیصلہ ہو چکا ہو کہ یہ لوگ اعجاز احمدی کی مثل لانے پر قادر نہ ہوں کیونکہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا تھا ؎

فان اک کذابا فیاتی بمثلها   وان اک من ربی فیخشی ویحشر

ھٰذا اقضاء اللّٰه بینی وبینهم   لیظهر اٰیته وما کان یخبر

(اعجاز احمدی ص۴۴)

ترجمہ۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو ثناء اللہ اس قصیدہ کی مثل بنا لائے گا اور اگر میں اپنے رب کی طرف سے ہوں تو اس کے دل کو غبی کر دیا جائیگا اور اس کو مثل لانے سے روک دیا جائیگا۔ یہ میرے اور ان کے درمیان خدا کا فیصلہ ہے تاکہ وہ اپنا نشان اور پیشگوئی پوری کرے۔"

تو پھر کس طرح ان کے لیے[2] ممکن ہوتا کہ وہ اعجاز احمدی کی مثل بنا سکتے۔ پس اعجاز احمدی ایک کھلا کھلا معجزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنے والوں کے لئے بہت بڑا نشان ہے ؎

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

لَوْنَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا

معترض پٹیالوی عاجز آکر لکھتا ہے :-

"اور پھر اگر یہ دردِ سر اختیار[3] کیا بھی جاتا تو کیا مرزا اور مرزائیوں نے اپنی لن ترانیوں سے باز آجانا تھا۔ بس میعاد کے اندر[3] جواب نہ ملا تو اعجاز، اعجاز کا غل مچا دیا۔" (عشرہ ص۶)

اس عبارت سے مخالفین کا عجز نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا۔ معترض کو یہ تو مسلّم ہے

---

[1] اور یوں تو تین دن میں بھی اتنی کتاب چھپ سکتی ہے۔ (مؤلف) [2] گویا واقعی طور پر محال نہ تھا بلکہ ظاہر میں ممکن تھا صرف ذرا دردِ سر کرنا پڑتا۔ اچھا پھر کس نے روکا تھا؟ تمہارے دل بہت چاہتے تھے کہ مثل لائیں مگر طاقتِ بالا نے روکا۔ [3] کیا میعاد کے بعد جواب مکمل شائع ہوا۔ ذرا اس کا نام تو لے دیں؟ (مؤلف)

کر "میعاد کے اندر جواب نہ ملا" گویا مخالف اعجاز احمدی کا مثل نہ لاسکے لیکن وہ اعجاز کے غلّ پر بہت مبہوت ہے۔ مگر اسے چاہیے کہ پہلے اعجاز احمدی میں مندرجہ تحدّی اور انعامی رقم کا مطالعہ کرے اور پھر بتائے کہ کیا ہمارا حق نہ تھا کہ اعجاز کا نعرہ بلند کرتے۔ اس میں کونسی خلافِ واقعہ یا غلط بات تھی؟ پٹیالوی صاحب کا منشا اس عبارت سے یہ ہے کہ ہم اگر ذرا توجہ کرتے اور "دردِ سر" اختیار کرتے تو اعجاز احمدی کی مثل بناسکتے تھے۔ معترض کا یہ دعویٰ کوئی نیا دعویٰ نہیں بلکہ ہمیشہ ہی دشمنانِ حق عاجز آکر یہی کہا کرتے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (الانفال ع) کہ جب ان لوگوں پر ہماری آیات یعنی قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں بھئی سُن لیا تم کیا اعجاز، اعجاز کا غُل مچا رہے ہو۔ اگر ہم چاہیں اور یہ دردِ سر اختیار کریں تو اس کی مثل بنا سکتے ہیں۔ یہ ہے کیا صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں وبس۔ بھلا اگر ہم مثل بنا بھی لاتے تو کیا تم اپنی لن ترانیوں سے باز آجاؤ گے؟"

جنابِ من! اگر مثل بنا لاتے تو پھر "لن ترانیوں" کا ذکر کرنا مزا دار بھی ہوتا مگر اب تو صرف مُنہ چڑا رہے ہو۔ غرض یہ جواب بھی کوئی نرالا نہیں بلکہ کفارِ مکہ کی نقل ہے تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ اس جگہ مناسب ہے کہ ہم ایسا جواب دینے والوں کے متعلق مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی کے الفاظ درج کردیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

"کبھی کبھی زبان سے یہ بھی کہتے تھے لو نشاء لقلنا مثل هٰذا یعنی نہ ہم نے چاہا نہ کیا۔ مگر کیوں نہ چاہا؟ اس لیے کہ اپنی عزّت اور آبرو اور قرآن (موجودہ بحث میں اعجاز احمدی۔ مؤلف) کے سامنے اپنے عجز اور کمزوری کی پردہ پوشی صرف اسی صورت میں دیکھی۔ اگر وہ (یا یہ۔ ناقل) جھوٹ موٹ کہدیتے کہ یہ ہمارا کلام قرآن جیسا ہے تو کہنے والے کی زبان دانی اور فصاحت اور تصدیق کرنے والوں کی سخن شناسی و سخن فہمی پر ایسا سخت بدنما داغ لگتا کہ وہ کسی بزمِ سخن اور محفلِ ادب میں مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہتے اور دنیا ان کا تمسخر اُڑاتی، اس وجہ سے یہ ہمت کسی نے نہیں کی۔ بلکہ جب مضطر ہوئے تو یُوں

ٹال دیا کہ اگر ہم چاہتے تو کہہ دیتے مگر ہم نے چاہا ہی نہیں.....
...... لیکن اس کا فیصلہ ہر عاقل خود بخود سابقہ واقعات کو ملحوظ رکھ کر کر سکتا ہے کہ کیا انہوں نے چاہا یا نہیں چاہا۔ بھائیو! کیا یہ ممکن ہے کہ ...... وہ برق زبانی اور شیوا بیانیوں کے مدعی زبانیں سی کر اور لبوں کو بند کرکے چپ بیٹھے رہیں اور باوجود ایسے عذب البیان اور قادر الکلام ہونے کے دو چار جملے بنانے کی خواہش بھی نہ کریں؟ بے شک ہزیمت خوردہ اور درماندہ آدمی بدحواس ہو کر ایسا ہی کرتا ہے۔" (رسالہ اعجاز القرآن ص ۴۴)

ناظرین! آپ مندرجہ بالا اقتباس پڑھیئے اور پھر سوچیئے کہ کیا منشی محمد یعقوب صاحب نے وہی بات نہیں کہی جو ہزیمت خوردہ اور درماندہ آدمی بدحواس ہو کر کہا کرتا ہے؟ کیا یہی وہ ہتھیار ہیں جن پر دیوبندی "فخر المحدثین" نازاں تھے؟

اعجاز احمدی کی غلطیاں

معترض پٹیالوی مولوی ثناء اللہ امرتسری کے جواب کو ان الفاظ میں درج کرتا ہے:۔

"قصیدہ کا فصیح و بلیغ ہونا تو بڑی بات ہے اس کے اندر انواع و اقسام کی غلطیاں ہیں۔ آپ ان غلطیوں کو جو میں پیش کروں پہلے صاف کر دیں۔" (عشرہ ص ۱۶)

الجواب الاول۔ غلطیاں بتانے کا دعویٰ تو منکرینِ قرآن بھی کرتے رہے بلکہ بزعمِ خویش بعض اغلاط کی نشاندہی بھی کرتے رہے۔ نصاریٰ کی کتب تو اس باب میں بجائے خود ایک انبار ہیں لیکن اگر نبراس ہی میں "طعن الملاحدۃ فی اعجاز القرآن" کی بحث کا مطالعہ کر لیں تو معلوم ہو جائے کہ جہاں ملحدین نے قرآن مجید میں اختلاف اور تناقض کا دعویٰ کیا ہے وہاں پر یہ بھی کہا ہے کہ:۔

"ان فیہ لحناً نحو ان ھذان لساحران علیٰ قراءۃ ان المشددۃ" (ص ۴۳۹)

قرآن میں اغلاط بھی ہیں۔ مثلاً یہی آیت ان ھذان لساحران اس قراءت کے مطابق جہاں ان مشددہ پڑھا گیا ہے۔ پس مولوی صاحب یا پٹیالوی صاحب کا دعویٰ لحن در اعجاز احمدی ہرگز قابلِ اعتناء نہیں۔

الجوابُ الثانی۔ اگر فی الواقع وہ کتاب غلطیوں سے پُر تھی اور مرتبۂ فصاحت و بلاغت سے ساقط تو پھر کیوں اس کی مثل بنانے میں عجز کا اظہار کیا گیا وہ تو "غیر فصیح" تھی تم ایک فصیح کتاب لکھتے اور اس کی غلطیوں کو بھی اپنی کتاب میں بطور ضمیمہ درج کر دیتے لیکن تمہارا ایسا نہ کرنا بتاتا ہے کہ یہ الزام محض ہزیمت خوردہ حریف کی طرح مُنہ چڑانا ہے۔ کیا یہ معجزہ نہیں کہ جس کتاب کو تم غیر فصیح غلطیوں کا مجموعہ قرار دیتے تھے۔ تم اس کے مقابلہ میں بھی عاجز آ گئے۔ اس کا غلط ہونا تو تمہارے لیئے اور بھی آسانی پیدا کرتا تھا مگر پھر بھی خاموشی اور عاجزی صاف بتا رہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجبور کر کے تمہارے ہاتھوں کو اس کے مقابل کتاب لکھنے سے باز رکھا۔ ہاں ان لوگوں کی طرح جو بڑے سے بڑے معجزہ کو دیکھ کر بھی انکار کی راہ ہی اختیار کیا کرتے ہیں ان لوگوں نے یہ بہانہ بنایا کہ اس کتاب میں غلطیاں ہیں۔ العیاذ باللہ۔

بسا اوقات ایک کم علم آدمی اپنی نادانی کی وجہ سے فصیح کلام کو بھی غلط قرار دے دیتا ہے اور پھر جب خدا تعالیٰ کی کلام میں بعض جدید تراکیب کو استعمال کیا جائے تو پھر تو اسکے شور کی کوئی حد نہیں رہتی۔ قرآن مجید میں ایک ترکیب لَمَّا سُقِطَ فِیْٓ اَیْدِیْھِمْ مستعمل ہوئی ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے۔

> "وذکر بعضھم ان ھذا الترکیب لم یُسمع قبل نزول القرآن ولم تعرفہ العرب ولم یوجد فی اشعارھم وکلامھم فلذا خفی علی الکثیر واخطؤا فی استعمالہ کابی حاتم وابی نواس وھو العالم النحریر ولم یعلموا ذالک" (روح المعانی جلد ۳ صـ۱۲۴)

کہ عرب اس کو پہلے نہ جانتے تھے اور نہ وہ ان کے کلام میں نظم ہو یا نثر پائی جاتی تھی۔

الجوابُ الثالث۔ معترض پٹیالوی نے چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی مزعومہ غلطیوں کو نقل نہیں کیا اسلیئے ہم بھی ان کے ذکر کو نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ خطرہ ہے کہ کتاب کا حجم بڑھ جائے گا۔ لیکن ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس کے لیئے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم کی کتاب "آئینۂ حق نما" اور حضرت الاستاذی المکرم جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل کی تصنیف "تنویر الابصار" ضرور ملاحظہ کریں جن

میں مولوی ثناء اللہ امرتسری اور مولوی محمد علی مونگیری کی پیش کردہ اغلاط پر نہایت عالمانہ اور سیر کن بحث کی گئی ہے۔

اعجاز احمدی اور "اچھی خاصی مدت"

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے عجز کو چھپانے کے لیئے بطور افتراء لکھا تھا کہ:۔

"یہ کیا بات ہے کہ آپ گھر سے سارا زور خرچ کر کے ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں جس کا مخاطب کو علم نہیں مگر مخاطب کو محدود وقت کا پابند کریں" (الہامات صفحہ ۹۶)

معترض پٹیالوی نے بھی مکھی پر مکھی مارنے کی خاطر اسی عبارت کو نقل کر دیا۔ (عشرہ صفحہ ۷۶)

الجواب۔ ناظرین! آپ خدارا ایک مرتبہ رسالہ اعجاز احمدی کا مطالعہ کر لیں تو آپکو معلوم ہو جائے گا کہ اگرچہ صداقت کے خلاف ہزاروں عذرات اور اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں مگر اس اعتراض سے زیادہ جھوٹا اور دجل و فریب سے لبریز اور کیا الزام ہوگا۔ ۲۹-۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء موضع مد میں مباحثہ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مباحثہ کے اعتراضات کا جواب اور دیگر حالات مناظرہ اردو مضمون اور عربی قصیدہ میں قلمبند فرماتے ہیں اور ۱۶ نومبر ۱۹۰۲ء کو وہ بصورت کتاب امرتسر مولوی ثناء اللہ کے ہاتھوں میں پہنچ جاتا ہے۔ مگر امرتسری اور پٹیالوی معترض کہتے ہیں کہ اعجاز احمدی "اچھی خاصی مدت" میں اور سارا زور لگا کر لکھی گئی ہے[1] سچ ہے ع ...... ہر چہ خواہی کن

اگر حضرت مرزا صاحب نے اس وقت سے ہی ان واقعات کو رقم فرمانا شروع کر دیا تھا جبکہ وہ منصۂ شہود پر نہ آئے تھے تو یہ اور بھی معجزہ ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں (۱) یا یہ تسلیم کرو کہ رسالہ اعجاز احمدی یکم نومبر ۱۹۰۲ء کے بعد تصنیف ہوا اور (۲) یا پھر یہ مانو کہ حضرت مسیح موعودؑ نے علم غیب کے ذریعہ قبل از وقت ہونیوالے واقعات کو حیطۂ تحریر میں منضبط کر دیا۔ بہر صورت اعجاز احمدی ایک بہت بڑا نشان ماننا پڑے گا۔

---

[1] کیا سارا زور لگا کر مجموعۂ اغلاط ہی شائع کرنا تھا؟ اور اگر ایسا ہی تھا تو پھر تم "خاصی مدت" کا کیوں اودیلا مچاتے ہو کیا پچیس۲۵ دن میں تم ایسا رسالہ یعنی بزعم خود اغلاط کا مرقع بھی شائع نہیں کر سکتے تھے؟ (مؤلف)

من نگویم ایں مکن آں کن ۔ مصلحت بیں وکار آساں کن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی وجہ سے پہلے ہی تحریر فرما دیا تھا ۔

"مولوی ثناء اللہ کو اس بدگمانی کی طرف راہ نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ قصیدہ پہلے سے بنا رکھا تھا۔ کیونکہ وہ ذرا آنکھ کھول کر دیکھے کہ مباحثہ مدّ کا اس میں ذکر ہے ۔ پس اگر میں نے پہلے بنایا تھا تب تو انہیں ماننا چاہئے کہ میں عالم الغیب ہوں ۔ بہرصورت یہ بھی ایک نشان ہوا۔ اس لیئے اب ان کو کسی طرف فرار کی راہ نہیں اور آج وہ الہام پورا ہوا جو خدا نے فرمایا تھا ؎

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے

کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے "

(اعجاز احمدی ص۳۷)

حضرات ! آپ اس تحریر کو دیکھیے ، اس کی محکم دلیل کو وزن کیجیے اور ہر دو مکذبین (امرتسری وپٹیالوی) کی دیدہ دلیری ملاحظہ فرمائیں ؎

منصفو ! کیوں ! اب تو دیکھا رنگ اس عیار کا ۔ اب تو کہدو کیا یہ موقع تھا اسی گفتار کا

اعجاز احمدی کی مدّت تصنیف پر خود مولوی ثناءاللہ امرتسری کی شہادت

وہ عجیب طاقتوں کا خدا ہے جس نے اپنے مظلوم بندے سے کہا تھا انی مھین من اراد اھانتك اور پھر ہر موقع پر اس کا نمونہ دکھایا ہے ثناء اللہ امرتسری اور محمد یعقوب پٹیالوی نے یوں تو لکھ دیا کہ اعجاز احمدی اچھی خاصی مدّت میں تیار ہوئی ہے اور مخاطب (یعنی ثناء اللہ) کو علم نہیں کہ کتنے عرصہ کی کدوکاوش کا نتیجہ یہ ۹۰ صفحہ کا رسالہ ہے لیکن خداوند تعالیٰ نے ثناء اللہ امرتسری سے اسی کتاب اور اسی اعتراض سے چند سطریں قبل مندرجہ ذیل فقرات لکھوا کر اسے ذلیل ورسوا کر دیا۔ پڑھیئے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں کہ :۔

"موضع مدّ ضلع امرتسر میں مرزائیوں نے شور وشغب کیا تو ان لوگوں نے لاہور ایک آدمی بھیجا کہ وہاں سے کسی عالم کو لاؤ کہ ان سے مباحثہ کریں ۔ اہالی لاہور کے

مشورے سے ۔ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند۔ ایک تار آیا اور صبح ہوتے ہی
جھٹ سے ایک آدمی آپ پہنچا کر چلیئے ورنہ گاؤں کا گاؤں بلکہ اطراف کے لوگ
سب کے سب گمراہ ہو جائیں گے۔ خاکسار چار و ناچار[1] موضع مذکور میں پہنچا۔ مباحثہ
ہُوا۔ خیر اس مباحثہ کی رُوئداد تو ضمیمہ شحنۂ ہند مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء میں اہالی دِہ
مذکور نے شائع کرا دی مگر مرزا جی کو ان کے فرستادوں نے ایسا کچھ
ڈرایا اور اپنی ذلّت کا حال سُنایا کہ مرزا جی آپے سے باہر ہو گئے
اور جھٹ سے ایک رسالہ "اعجاز احمدی" نصف اُردو اور نصف
عربی نظم لکھ کر خاکسار کے نام مبلغ دس ہزار روپیہ کے انعام کا اشتہار
دیا۔" (رسالہ الہامات مرزا صفحہ ۹ ایڈیشن ششم)

ناظرین کرام! مولوی صاحب کے اقتباس کی آخری سطور کو پھر پڑھیے جن میں آپ صفائی
سے تسلیم کرتے ہیں کہ جب مباحثہ مُدّ کے بعد حضرت مرزا صاحب کے فرستادوں نے آپؑ کو ڈرایا
اور بقول مولوی ثناء اللہ اپنی ذلّت کا حال سُنایا تو آپؑ نے "جھٹ سے ایک رسالہ
اعجاز احمدی نصف اُردو اور نصف عربی نظم لکھ کر خاکسار کے نام مبلغ دس ہزار روپیہ کے انعام
کا اشتہار دیا"۔ صاف ظاہر ہے کہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اعجاز احمدی کی تصنیف کی تحریک حضرت
پیغمبر قادیان کو مباحثہ مُدّ کے حالات سُننے پر ہوئی اور وہ "جھٹ سے" تصنیف ہو کر شائع
ہو گیا۔ کیا اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسالہ اعجاز احمدی اچھی خاصی مدّت میں تیار ہوا؟
ہرگز نہیں!

پس ثابت ہُوا کہ اعجاز احمدی کے لئے خاصی مدّت میں تصنیف ہونے کا جو شبہ پیدا
کیا گیا تھا سراسر باطل اور جھوٹ ہے بلکہ وہ صرف چند دن میں تصنیف ہو کر شائع ہو گئی۔ اعجاز احمدی
کی اندرونی شہادت اور پھر خود مولوی ثناء اللہ کی اپنی تحریر بھی اسی کی مؤید ہے۔ فماذا بعد
الحق الّا الضلال۔

اعجاز اور تعیین مُدّت

معترض پٹیالوی لکھتا ہے:۔

---

[1] ان لوگوں نے صاف کہا کہ سب کے سب لوگ گمراہ ہو جائینگے مگر آپ پھر بھی شوق سے نہیں بلکہ چار و ناچار گئے۔ کیا یہی اسلام کا درد
تھا؟ (ابو العطاء)

"چونکہ مرزا صاحب کو اعجاز کے باطل ہو جانے کا اندیشہ تھا اسلئے ۲۰ یوم کی قید لگا دی۔" (عشرہ ص۲)

مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا تھا۔

"بھلا اگر یقین ہوتا تو پانچ[1] روز کی مدت کی کیوں قید لگاتے۔ کیا قرآن شریف کے اظہار اعجاز کے لیئے بھی کوئی تحدید ہے۔" (الہامات ص۹۰)

الجواب ۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اندیشہ ہوتا تو بیس[2] یوم کی مہلت بھی تسلیم نہ کرتے۔ بیس دن کی مہلت دینا اور دس ہزار روپیہ انعام مقرر کرنا اور سارے علماء کو مل کر نظیر پیش کرنے کے لیئے للکارنا ایسے امور ہیں جو ایک دانشمند کی نظر میں شک، اندیشہ، خطرہ اور عدم یقین کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتے۔ ہمارے مخالفین کا بے شک یہ حق تھا کہ یہ سوال کرتے کہ ہمیں مہلت تھوڑی دی ہے اور خود زیادہ مدت میں لکھا ہے۔ اور اگر فی الواقع ایسا ہوتا تو قابل اعتراض بھی تھا لیکن جیسا کہ ہم ثابت کر آتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جتنے عرصہ میں خود رسالہ تالیف فرمایا اس سے قریباً دو چند[3] وقت مولوی ثناء اللہ امرتسری اور علماء کو اسکے جواب کے لیئے دیا۔ حضرت نے خود لکھا ہے "میں اپنے مخالفوں پر کوئی ایسی مشقت نہیں ڈالتا جس مشقت سے میں نے حصہ نہ لیا ہے۔" (اعجاز احمدی ص۳۸) پس وہ اِس باب میں ہرگز حق نہیں رکھتے کہ اعتراض کریں کیونکہ حضرت اقدسؑ نے ان کو اپنے سے زیادہ وقت دیا تھا۔

تعیینِ مدت کی حکمت

ہاں اگر یہ سوال ہو کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اعجازی کلام کے مثل لانے کے لیئے محدود عرصہ مقرر کر دیا تو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کی کئی حکمتیں ہیں۔

اول ۔ محدود عرصہ مقرر کرنے کی پہلی حکمت یہ ہے کہ تا مخالفین کو جلد معارضہ کرنے کی ترغیب ہو۔ اور وہ دیر تک مطالبہ مثل پر "اب لاتے ہیں" کہہ کر التوا نہ کرتے رہیں اور

---

[1] بیس بلکہ عملاً پچیس دن کی بجائے بار بار پانچ روز کا ذکر محض دھوکہ دینے کے لیئے ہو ورنہ کیا وجہ تھی کہ مصنف عشرہ بیس یوم کی مہلت تسلیم کرتا ہے؟ [2] بلکہ سہ چند کیونکہ آپ نے آٹھ دن میں لکھ کر اور طبع کرا کر مولوی صاحب کے گھر پہنچا دیا یعنی ۸ نومبر سے ۱۶ نومبر تک۔ مگر ان کو ۱۶ نومبر سے ۱۰ دسمبر تک ۲۵ دن کی مہلت دی ۱۲۰ (مؤلف)

اس طریق سے عوام بلکہ خواص پر بھی اس معجزہ کو مشتبہ نہ کر دیں پس ایک کافی عرصہ جواب کے لیئے مقرر کر دیا گیا۔ تا وہ پوری جدّوجہد کرلیں اور مدّت گزر جانے کے بعد دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ وہ عاجز رہ گئے اور خدا کا کلام غالب آگیا۔ اتمامِ حجت واضح ہو گیا مختصریوں کہ شانِ اعجاز کو اپنے رنگ میں زیادہ نمایاں اور مؤثر بنانے کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا۔

دوم۔ ان کتابوں کی مثل لانے پر انعامی رقوم مقرر کی گئی تھیں مثلاً اعجاز احمدی پر دس ہزار روپیہ انعام مقرر تھا۔ اب اگر تعیینِ مدّت نہ ہوتی تو انعام کا تصفیہ کرنا مشکل ہو جاتا۔ انسان کی زندگی میں عُسر و یُسر اور تنگی و خوشحالی جزوِ لاینفک ہیں اور موت کا بھی کوئی وقت مقرر نہیں۔ اگر مخالف بے موقع مطالبہ کرتے۔ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد شور مچاتے کہ ہم اب مثل بناتے ہیں تو خواہ مخواہ جھگڑا پیدا ہوتا۔ ان تمام خرخشوں سے بچنے اور انعامی رقم کے لیئے قطعی فیصلہ کی خاطر ضروری تھا کہ مناسب مدّت کی تعیین کی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کیا دنیا میں کوئی بھی انعامی[1] کتاب ایسی ہے جس کی مثل یا جواب کے لیئے مہلت کی تحدید نہ ہو۔ بالخصوص جبکہ مصنّف کی نیّت واقعی انعام دینے کی ہو، ہرگز نہیں۔

سوم۔ تا بد باطن دشمن عوام کو مشتعل کرنے کے لئے یہ نہ کہہ سکیں کہ دیکھو یہ تو قرآن مجید کی تحدّی کی مثل قائم کر دی ہے۔ یہ عام طریق ہے کہ مناظرہ میں جب کوئی مناظر عاجز آجاتا ہے تو وہ لوگوں کے جذبات کا جائزہ لیکر ان کو اشتعال دلا دیتا ہے تاکہ وہ دلائل پر ٹھنڈے دل سے غور نہ کر سکیں۔ میں نے بارہا غیر احمدیوں کے بعض بڑے مولویوں کو اسی طریق کا پابند پایا ہے۔ خاص اس موقعہ پر بھی دیکھ لیجئے۔ حالانکہ تحدید زمانی موجود ہے لیکن پھر بھی معترض پٹیالوی نے پورا ایک صفحہ محض یہ شور مچانے میں خرچ کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اس فعل (اعجازی کلام) سے قرآن مجید کے اعجاز کو باطل کرنا چاہا ہے۔ العیاذ باللہ۔ اس قسم کے وساوس اور غلط بیانیوں سے بچانے کی خاطر میعاد کا تعیّن ضروری تھا۔ تا واضح ہو جاتا کہ قرآن مجید کا اعجاز بہرحال اعلیٰ و افضل ہے کیونکہ اس کی مثل کی تحدّی تا قیامت قائم ہے۔ اور اعجاز احمدی وغیرہ کتب کی نظیر لانے کا چیلنج ایک محدود عرصہ کے لیئے تھا۔ اور ضرور تھا کہ یہ فرق کیا جاتا۔ کیونکہ قرآن مجید الحمد سے لیکر

---

[1] یعنی جس کی مثل یا جواب پر انعام بصورت روپیہ و نقدی مقرر ہو۔ منہ

والنّاس تک خدا کے مُنہ سے انہی الفاظ میں نازل ہُوا ہے۔ اس میں غیراللہ کی طرف سے ایک ذرّہ بھر آمیزش نہیں۔ وہ خدا کی وحیٔ متلوّ اور تا قیامت ایک ہی غیر متبدّل شریعت ہے یا بالفاظ حضرت مرزا صاحب[۲]

”نوعِ انسان کے لیئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدمزادوں کے لیئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ (کشتی نوح[۱۵])

نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اعجازی کتب بتمامہا الہام الٰہی نہیں۔ بیشک بعض حصص الہامی بھی ہیں مگر اکثر و بیشتر حصہ حضورؑ کی اپنی قلم سے ، اپنے الفاظ میں لیکن اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائید اور قوّت کے ماتحت لکھا گیا ہے۔ ان کتابوں کے مُعجزہ ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر انکا قرآنِ پاک سے کوئی مقابلہ نہیں۔ بہرحال قرآن مجید اپنے بلند مقام پر ہے اسلیئے دونوں کے اعجاز میں تحدید وقت و عدم تحدید کا فرق رکھا گیا ہے۔

اگر تحدید نہ کی جاتی تو منشی محمد یعقوب وغیرہ شور مچانے میں قدرے[۱] حق بجانب ہو سکتے تھے۔ اگرچہ وہ اب بھی شور مچا رہے ہیں لیکن اب جو اللہ تعالیٰ کے منشا کے مطابق تحدید کی گئی تو امرتسری منکر کہتا ہے کہ ”کیا قرآن شریف کے اظہارِ اعجاز[۲] کے لیئے بھی کوئی تحدید ہے؟“ ہم اس سوال کا جواب تو اُوپر درج کر چکے ہیں اس جگہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ان مکذبین کا مطلب حق جوئی نہیں بلکہ ان کو بہرصورت اعتراض کرنا ہی مدّنظر ہے۔ انہی لوگوں کا قول ہے مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ (اعراف ع[۱۴])

---

[۱] یعنی اپنے اعتقاد کے مطابق۔ ورنہ بلحاظ حقیقت چونکہ یہ اعجازی کلام بھی قرآن مجید کی اتباع کا نتیجہ اور اسی کی شان کو نمایاں کرنے کے لیئے تھا اسلیئے مقابلہ ہی غلط ہے۔ [۲] امام غزالیؒ لکھتے ہیں :- ”لو قال نبی آیۃ صدقی انی فی ھذا الیوم احرک اصبعی ولا یقدر احد من البشر علی معارضتی فلم یعارضہ احد فی ذالک الیوم ثبت صدقہ“ (الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ ۹۵) یعنی اگر کوئی مدعیٔ نبوت کہے کہ میری صداقت کی دلیل یہ ہے کہ میں آج انگلی ہلاتا ہوں اور کوئی میرے مقابل ایسا نہیں کر سکیگا اور فی الواقعہ اس دن کوئی نہ کر سکے تو اس کی صداقت ثابت ہو جائے گی۔ گویا اعجاز کے لیئے حد بندی مضر نہیں۔ (مؤلف)

ناظرین! ان تین حکمتوں کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعجازی کلام و معجزانہ کتب میں تحدید مدت کی گئی، ورنہ وہ آج بھی معجزہ ہیں اور تا قیامت معجزہ رہیں گی۔ وہ صداقت احمدیت کا ایک زبردست اور چمکتا ہوا نشان ہیں۔ افسوس ان دلوں پر جو ان باتوں کو نہ سمجھیں، اور افسوس ان آنکھوں پر جو کھلے کھلے معجزات کو دیکھ نہ سکیں۔

براہین احمدیہ اور اعجازی کلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کلام الہٰی کی بے مثلیت پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:۔

"جس کو ذرا بھی عقل ہے وہ خوب جانتا ہے کہ جس چیز کو قوائے بشریہ نے بنایا ہے اس کا بنانا بشری طاقت سے باہر نہیں ورنہ کوئی بشر اس کے بنانے پر قادر نہ ہو سکتا۔ الخ" (عشرہ ص۹۶ بحوالہ براہین احمدیہ ص۱۵۹)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد معترض پٹیالوی اپنے جہل مرکب کا مظاہرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

"اب مرزائی صاحبان کو اختیار ہے کہ اپنے پیر کے فتویٰ کو رد کریں یا انکی تصانیف کے اعجاز سے انکار کریں۔ ایک جگہ مرزا صاحب کا جھوٹ ضرور ماننا پڑیگا۔" (عشرہ ص۹۶)

الجواب ۔ حضرت مرزا صاحبؑ کا تو کسی جگہ جھوٹ نہیں صرف آپ کو اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہیئے۔ کیونکہ اعجازی کلام اور معجزانہ تصانیف آفتاب نیروز اور صداقت باہرہ کی حیثیت حاصل کر چکی ہیں۔ اور براہین احمدیہ کے حوالہ میں جس کلام کا ذکر ہے وہ بشری کلام ہے جسکو انسان خود بناتا ہے۔ گویا اعجازی تصانیف بجائے خود معجزہ ہیں اور براہین احمدیہ کے متذکرہ صدر حوالہ کو ان سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہاں پر انسان کی اپنی تصنیف کا ذکر ہے جو انسانی طاقت کے اندر کی بات ہے۔ پس ان دونوں کلاموں میں کوئی تعارض نہیں۔ اب یہ سوال ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اعجازی تصانیف آپؑ کی اپنی طاقت سے ہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے ہیں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) "اس خیال میں میرے مخالف سراسر سچ پر ہیں کہ یہ اس شخص کا کام نہیں کوئی اور پوشیدہ طور پر اس کو مدد دیتا ہے۔ سو میں گواہی دیتا ہوں کہ حقیقت میں ایک اور ہے جو مجھے مدد دیتا ہے لیکن وہ انسان نہیں بلکہ وہ قادر و توانا ہے جسکے

آستانہ پر ہمارا سر ہے۔" (اعجاز المسیح ٹائیٹل صہ)

(۲) "دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں مثلاً ایک عربی عبارت لکھتا ہوں اور سلسلہ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب ان کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی رہنمائی کرتی ہے اور وہ لفظ وحی متلو کی طرح روح القدس میرے دل میں ڈالتا ہے اور زبان پر جاری کرتا ہے اور اُس وقت میں اپنی حس سے غائب ہوتا ہوں۔"

(نزول المسیح ص۵۶)

ناظرین! للہ انصاف کریں کہ کیا حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنے اعجازی کلام کو بشری کلام یا اپنی طاقت کا نتیجہ قرار دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ براہین احمدیہ کے حوالہ میں تو بشری کلام اور مقدور البشر کلام کا ذکر ہے کہ وہ بے نظیر نہیں کہلا سکتا۔ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ ان میں اختلاف کا خیال محض ایک سفسطہ ہے وبس۔

قاضی ظفر الدین صاحب کا قصیدہ رائیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی ثناء اللہ کو لکھا تھا:

فکر بجہد لک خمس عشرۃ لیلۃ ونادِ حسیناً او ظفراً او صغر

"پس تو پندرہ راتیں کوشش کر نادہ اور محمد حسینؒ اور قاضی ظفر الدین اور اصغر علی کو بلالے۔" (اعجاز احمدی ص۸۵)

مولوی ثناء اللہ اور اس کے رفقاء اعجاز احمدی کی مثل سے عاجز رہ گئے۔ ان میں سے قاضی ظفر الدین نے ارادہ کیا کہ قصیدہ اعجازیہ کے بالمقابل کوئی قصیدہ تصنیف کرے۔ چنانچہ اُس نے بھی چند ٹوٹے پھوٹے شعر کہے تھے اور قصیدہ بالکل نا تمام تھا کہ قاضی ظفر الدین کا کام تمام ہوگیا اور وہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نشان بن گیا۔ وہ نا تمام اشعار دنیا سے اوجھل تھے اور اس طرح سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ نشان بھی مخفی تھا لیکن جب حضرت مولوی محمد عبد اللہ صاحب احمدی بوتالویؓ کو اس نشان کا علم ہوا اور انہوں نے اس کے بیٹے فیض اللہ کو تحریک کی اور اس نے ان اشعار کو ۱۹۳۰ء میں چھپوایا اور ظاہر ہوگیا کہ قاضی ظفر الدین

کی ناگہانی موت کا باعث اس کا معاندتِ احمدیت میں انہماک تھا تو دنیا نے اعجازِ احمدی کی قوت کا ایک اور زبردست نمونہ دیکھا۔ فیض اللہ مذکور خود بھی منشی جناب علی صاحب احمدی سے مباہلہ کر کے ۱۳ راپریل ۱۹۰۷ء کو طاعون کا شکار ہو گیا۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵)

یاد رہے کہ قاضی ظفر الدین کے اشعار اخبار اہلحدیث ۱۱ر جنوری تا ۲۸ر مارچ ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئے ہیں (الہاماتِ مرزا صفحہ ۱۰۲)۔ گویا یہ ڈبل نشان ہے۔ قاضی ظفر الدین نے اشعار لکھنے کا ارادہ کیا تو وہ تباہ ہو گیا۔ اس کے بیٹے نے ان کی اشاعت کا اہتمام کیا اور ایک احمدی سے مباہلہ کیا اور لقمۂ طاعون بن گیا۔ انّ فی ذالک لعبرۃً لاولی الالباب۔ اندریں حالات قاضی ظفر الدین کا مزعومہ قصیدہ تو احمدیت کا ایک کھلا نشان ہے۔ قاضی مذکور کے متعلق مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا تھا کہ:۔

"واضح ہو کہ قاضی صاحب کو مرزا صاحب نے اپنے قصیدے کے جواب کے لئے طلب فرمایا تھا" (الہاماتِ مرزا صفحہ ۱۰۳)

پھر کیا مقررہ مدت میں قاضی صاحب نے جوابِ قصیدہ لکھا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ وہ تو اپنے اشعار کو مکمل کرنے بھی نہیں پایا تھا کہ ملک الموت نے دبوچ لیا۔ پس بعض غیر احمدیوں کا اس نام نہاد قصیدہ کو پیش کر کے اعجازِ احمدی کا جواب بتلانا سراسر غلط بیانی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے:۔

"قاضی ظفر الدین بھی ہمارے سلسلہ کا سخت مخالف تھا اور جب اس نے اس سلسلہ کے برخلاف ایک عربی نظم لکھنی شروع کی تو ہنوز اسے پورا نہ کر چکا تھا اور مسودہ اس کے گھر میں تھا۔ چھاپنے تک نوبت نہ پہنچی تھی کہ وہ مر گیا۔۔۔۔

۔۔۔۔ ایک قصیدہ مَیں نے عربی میں تالیف کیا تھا جس کا نام اعجازِ احمدی رکھا تھا اور الہامی طور پر بتلایا گیا تھا کہ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا اور اگر طاقت بھی رکھتا ہوگا تو خدا کوئی روک ڈال دے گا۔ پس قاضی ظفر الدین جو نہایت درجہ اپنی طینت میں خمیرِ انکار اور تعصب اور خود بینی رکھتا تھا، اس نے اس قصیدہ کا جواب لکھنا شروع کیا تا خدا کے فرمودہ کی تکذیب کرے۔ پس ابھی وہ لکھ ہی

رہا تھا کہ ملک الموت نے اس کا کام تمام کر دیا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵ وحاشیہ)

اعجازی کلام اور قرآن مجید

ایک مقام پر معترض پٹیالوی پُر فریب آنسو بہاتا ہوا لکھتا ہے:۔

"یہ بات غیر مذاہب والوں کے لیے بڑے اعتراض کی گنجائش رکھتی ہے کہ ۱۳۰۰ برس میں تو قرآن مجید کا مثل نہ ہو سکا۔ آج مسلمانوں میں سے ہی ایک شخص اپنے ہی کلام[1] کو قرآنی تحدّی[2] کے طور پر پیش کرتا ہے۔ گویا قرآن مجید کا نظیر ممکن ہو گیا۔ الخ" (صفحہ ۶ عشرہ)

الجواب۔ اسلام کے اتنے ہمدرد اور غمخوار ہونے کا دعویٰ مگر کذب بیانی دن رات کا شیوہ؟ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں ع ضدان مفترقان ای تفرق۔ تم کو اگر واقعی قرآن مجید کا پاس ہوتا تو بیسیوں آیات کو منسوخ قرار دے کر قرآن کو موردِ طعن نہ بناتے۔ اگر واقعی تم میں قرآن مجید کی محبت ہوتی تو ایسا گندہ نمونہ دنیا کو نہ دکھلاتے۔ سچ کہا ہے کہ اب تم میں سے قرآن اُٹھ گیا اور صرف الفاظ باقی ہیں۔ لیجئے پڑھیے:۔

(۱) "سچی بات یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اُٹھ چکا ہے۔ فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں مگر واللہ دل سے اسے معمولی اور بہت معمولی اور بیکار کتاب جانتے ہیں۔" (اخبار اہلحدیث ۱۴ رجون ۱۹۱۲ء صفحہ ۶ بحوالہ کرزن گزٹ)

(۲) "اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس امت کے بدتر اُن کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہیں سے فتنے نکلتے ہیں انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

بس آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کے لیئے قرآن مجید کو آڑ بنا کر عوام کو متنفر کرنا چاہتے ہیں۔ مگر کیا ابھی دنیا میں ایسے بے وقوف ہیں جو اس دھوکہ میں آجائیں؟ اور

---

[1] غلط! اپنے کلام کو نہیں بلکہ خدا سے اعجاز یافتہ کلام کو پیش کرتا ہے۔ (مؤلف)

[2] قرآنی تحدّی دائمی ہے مگر حضرت کے اعجازی کلام پر تحدّی کے لیئے مدّت کی تعیین ہے کما مر۔ (مؤلف)

اس دھوکہ کی ٹٹی کا شکار ہو جائیں ؟ آپ کے اس اعتراض کا جواب اُوپر کی سطور میں گزر چکا ہے۔ ہم اس جگہ صرف ایک حوالہ درج کرنے کے بعد اس جواب کو ختم کر دینگے۔ حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں :-

"ہمارا تو دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشاء پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارف حقائق قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں اور وہ بلاغت جو ایک بے ہودہ اور لغو طور پر اسلام میں رائج ہو گئی تھی۔ اس کو کلام الٰہی کا خادم بنایا جائے۔" (نزول المسیح ص۵۹)

حضرات ! آپ مندرجہ بالا اقتباس کو پڑھیں اور سمجھ لیں کہ معترض پٹیالوی کی دیانتداری کا جنازہ نکل چکا ہے۔ دیکھئے اتنا بڑا ظلم کہ حضرت مسیح موعودؑ تو اس اعجازی کلام کو حقائق و معارفِ قرآنی کے اظہار کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اسی لئے اعجاز المسیح میں معارف سے لبریز تفسیر سورۃ فاتحہ درج فرمائی لیکن یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے قرآن کی مثل کا امکان ثابت کر دیا ؟ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ اعتراض ویسی ہی نادانی ہے جیسا کہ پنڈت دیانند نے لکھا ہے کہ فیضی نے بے نقط کتاب قرآن مجید کے مقابلہ پر تیار کی تھی حالانکہ وہ تو خود قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ یہی حال اس جگہ ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن مجید کے مقابلہ پر ہے حالانکہ مدعی پکار پکار کر بتا رہا ہے کہ میں نے یہ کتب قرآن پاک کی خدمت اور معارفِ قرآن کی اشاعت اور ترویج کے لئے لکھی ہیں ؎

ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا

ناظرین کرام ! ان سطور سے واضح ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعجازی کلام محض تائید قرآن مجید کے لئے ہے۔ ایک دوسری جگہ حضرتؑ نے اس سے بھی زیادہ واضح طور پر تحریر فرمایا ہے کہ :-

"میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت و فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔" (ضرورۃ الامام ص۲۵)

مسئلہ اعجاز پر پیش کردہ اعتراضات کے جواب کے بعد ہم پٹیالوی معترض کی دوسری معترضات

کا جواب لکھتے ہیں۔

مفتریانہ اقوال اور اُن کی حقیقت

(اتا ۳) معترض پٹیالوی لکھتا ہے :-

"جب مرزا صاحب کو ان کے غلط الہامات اور جھوٹی پیشگوئیوں کی وجہ سے مفتری کہا گیا تو آپ لکھتے ہیں کہ (۱) قرآن شریف کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا مفتری دنیا میں دست بدست سزا پالیتا ہے۔ خدائے قادر و غیور اس کو امن میں نہیں چھوڑتا۔ اس کی غیرت اس کو کچل ڈالتی ہے اور جلد ہلاک کرتی ہے۔ (انجام آتھم ص۴۹)۔ (۲) خدا تعالیٰ پر افتراء کرنے والا جلد مارا جاتا ہے (انجام آتھم ص۵۰) (۳) ہم نہایت کامل تحقیقات سے کہتے ہیں کہ ایسا افتراء کبھی کسی زمانہ میں چل نہیں سکا۔ اور خدا کی پاک کتاب صاف گواہی دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر افتراء کرنیوالے جلد ہلاک کئے گئے ہیں۔ (انجام آتھم ص۶۳) یہ ہرسہ اقوال بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں۔ قرآن شریف میں کہیں ذکر نہیں کہ مفتری جلد ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ خدا پر افتراء کرنے والے بعض جلدی مارے گئے۔ بعض پہلے نہایت غریب تھے مگر افتراء علی اللہ کرنے کے بعد بادشاہ بن گئے[ل] ..... قرآن شریف سے تو ایسے لوگوں کو مہلت دیئے جانے کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ واُملی لھم انّ کیدی متین .... تین افتراء تو یہ ہوئے۔" (عشرہ ص۱۰۰-۱۰۱)

الجواب۔ ان تین اقتباسات کو جو ایک ہی کتاب میں اور ایک ہی مطلب پر مشتمل ہیں "تین افتراء" قرار دینا خود ایک گندہ جھوٹ ہے۔ ایک لمحہ کے لئے فرض کر لو کہ "قرآن شریف میں کہیں ذکر نہیں کہ مفتری جلد ہلاک کر دیا جاتا ہے" تو کیا پھر یہ تین افتراء ہوئے؟ جبکہ ان ہرسہ عبارتوں کا مفاد ایک ہی ہے تو پھر اگر نعوذ باللہ یہ افتراء ہے تو ایک ہوا یا تین؟ اگر تمہاری گنتی کا یہی طریق ہے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سینکڑوں تحریرات میں یہ مضمون بیان ہوا ہے

[ل] ہم ان کے متعلق نہایت تفصیل سے فصل اوّل میں بحث کر چکے ہیں۔ (مؤلف)

سب کو جمع کر دیا ہوتا۔ تا "افتراؤں" کا انبار جمع ہو جاتا۔ افسوس کہ نادان مخالف معاندت میں عدل کے طریق کو بالکل خیرباد کہہ دیتے ہیں لیکن وہ بھی معذور ہیں کیونکہ اس کے بغیر مخالفت کرنا ممکن ہے

واضح رہے کہ معترض مذکور نے "عشرہ کاملہ" کی پہلی فصل میں یہی دعویٰ کیا تھا بلکہ انہی الفاظ میں ذکر کیا تھا۔ ہم بہت تفصیل سے اس جگہ اس کے متعلق بحث کر چکے ہیں لیکن تاہم مختصراً اس جگہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تحدی

حضورؑ نے انجامِ آتھم کے مندرجہ بالا اقتباسات میں بتایا ہے کہ افترا کرنے والا جلد موردِ سزا ہوتا ہے۔

حضورؑ کی تحریر میں اس جگہ افترا سے کیا مراد ہے؟ فرمایا:۔

"افترا سے مراد ہمارے کلام میں وہ افترا ہے کہ کوئی شخص عمداً اپنی طرف سے بعض کلمات تراش کر یا ایک کتاب بنا کر پھر یہ دعویٰ کرے کہ یہ باتیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہیں اور اس نے مجھے الہام کیا ہے اور ان باتوں کے بارے میں میرے پر اس کی وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ سو ہم نہایت کامل تحقیقات سے کہتے ہیں کہ ایسا افترا کبھی کسی زمانہ میں چل نہیں سکا۔ الخ"

(انجامِ آتھم ص۶۳ حاشیہ)

اس عبارت سے جس کا آخری حصہ معترض نے بھی تیسرے نمبر میں ذکر کیا ہے افترا کی تعریف ظاہر ہے۔ حضورؑ کو اس بیان پر کامل تحقیقات کا دعویٰ ہے۔ بلکہ یہاں تک کہ آپؑ نے اس کے مخالف نظیر لانے والے کو پانسو روپیہ انعام دینے کا بھی اعلان فرمایا۔ جیسا کہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے تیئیس ۲۳ برس تک جو زمانۂ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہے تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے جو مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دیدے پانسو روپیہ نقد دونگا۔" (اربعین ۴ ص۱۵)

یہ اقتباس ایک طرف حضورؑ کے یقینِ تام پر زبردست گواہ ہے اور دوسری طرف اس نے مفتری

کی ہلاکت کا زمانہ بھی محدود کر دیا کیونکہ بتا دیا کہ کوئی مفتری جھوٹے الہام کا دعویٰ کر کے اور اس دعویٰ کی تشہیر کر کے اتنا عرصہ ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا جتنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد دعویٰ وحی یا خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام زندہ رہے۔ اگر اس کی کوئی نظیر ہے تو بیان کرو اور پانصد روپیہ انعام لو۔ علماء نے مخالفت کی اور شدید مخالفت کی مگر اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکے اور تا قیامت نہیں کر سکتے۔ مؤلف عشرہ نے اپنی کم علمی کے باعث بعض نام پیش کئے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی آیت لو تقوّل کے معیار کے مطابق پورا نہیں اُتر سکتا جیسا کہ ہم فصل اوّل میں مفصل لکھ چکے ہیں۔

آیت املی لھم اور معترض پٹیالوی کا مغالطہ

مندرجہ بالا دعویٰ کی تردید کی دو ہی صورتیں تھیں (۱) یا تو واقعات سے دکھا دیا جاتا کہ "ایک مفتری بھی ۲۳ سال تک زندہ رہا ہے"۔ اس میں مخالفین کو بے نظیر ناکامی ہوئی۔ تواریخ کی ورق گردانی اور واقعات کی شہادت اسی بات پر متفق ہے کہ ایسی کوئی نظیر نہیں۔ معترض پٹیالوی بھی بہمہ دعاوی تحقیق سراسر ناکام رہا ہے۔ مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں اور بصیرت تامہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ وہ ایسی مثال تلاش کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی کامیاب نہیں ہوں گے کیونکہ خدا کے کلام (ولو تقوّل علینا۔ الآیۃ) کا باطل ہونا زمین و آسمان کے فی الفور ٹل جانے سے بڑھ کر محال و ناممکن ہے۔ (۲) دوسری صورت یہ تھی کہ قرآن مجید سے ثبوت دے دیا جاتا کہ مدعیٔ الہام مفتری کو مہلت دی جاتی ہے۔ اس کے لئے معترض نے لکھا ہے کہ:۔

> "قرآن شریف سے تو ایسے لوگوں (مفتریوں) کو مہلت دیئے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے واملی لھم ان کیدی متین" (عشرہ صنٹ)

معترض پٹیالوی نے اپنے دعوے کی تائید میں ایک ہی آیت پیش کی ہے جس کا ترجمہ حاشیہ میں یوں کیا ہے:۔

> "ہم ان کو ڈھیل دیتے ہیں لیکن (اس مہلت کے بعد) ہماری گرفت بہت سخت ہے۔"

ہم اس ترجمہ کی صحت کو اغماضاً عن البحث قبول کر لیتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس میں "ان کو"

کی ضمیر کا مرجع کون ہیں۔ واللہ اگر ھُمْ کا مرجع افتراء علی اللہ کرنے والے اور مدعیٔ الہام ہوں تو معترض پٹیالوی کا دعویٰ درست، راست اور برحق ہے لیکن اگر ھُمْ کا مرجع مدعیٔ الہام نہ ہوں بلکہ وہ لوگ ہوں جو کسی صادق مدعیٔ الہام کی تکذیب کرتے اور اس کو جھٹلاتے ہیں تو پھر اِس بات کے ماننے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ منشی محمد یعقوب اور اس کے "رأس المناظرین" نے نہایت مکروہ دھوکہ دیا ہے اور وہ بھی مذہب اور قرآن مجید کے نام پر۔ ؎

بس اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

آئیے قرآن مجید میں اس کا محلِ وقوع دیکھیں۔ یاد رہے کہ یہ آیت قرآنِ پاک میں دو جگہ آئی ہے اور وہ دونوں موقعے یہ ہیں :-

(۱) وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَ اُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ ۝ اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا مَا بِصَاحِبِھِمْ مِّنْ جِنَّۃٍ اِنْ ھُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (الاعراف ع ۲۳)

ترجمہ۔ جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہم ان کو درجہ بدرجہ اس جگہ لیجائیں گے جس کو وہ نہیں جانتے۔ میں ان کو مہلت دوں گا تحقیق میری تدبیر مضبوط ہے۔ کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدعیٔ نبوت) کو کوئی جنون نہیں۔ بلکہ وہ تو صرف کھلا کھلا ڈرانے والا ہے۔"

(۲) فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّکَذِّبُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَ اُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ ۝ اَمْ تَسْئَلُھُمْ اَجْرًا فَھُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ (القلم ع ۲)

ترجمہ۔ اے رسول! مجھ کو اور اس کتاب کے مکذبین کو چھوڑ دے ہم ان کو لے جائیں گے ایسے طور پر کہ وہ نہ جان سکیں۔ میں ان کو مہلت دوں گا میری تدبیر نہایت مضبوط ہے۔ کیا تو ان سے کوئی اجر مانگتا ہے کہ وہ اس کی چٹی کی وجہ سے بوجھل ہو رہے ہیں۔"

حضرات قارئین! آپ اِن آیات پر اگر چھلتی ہوئی نگاہ بھی ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا

کہ ان میں جن لوگوں کو مہلت دینے کا ذکر ہے وہ مدعیانِ نبوت والہام نہیں بلکہ صرف اور صرف گروہ مکذبینِ انبیاء ہے۔ پس للہ بتایئے کہ معترض پٹیالوی نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ سراسر غلط، باطل اور جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہی وہ استدلالات ہیں جن پر اکابر دیوبند" کو ناز ہے اور مکذب پٹیالوی کے نزدیک وہ لاجواب ہیں؟ شرم! شرم!! ؎

اللہ اللہ خاتمہ ہی کر دیا تزویر کا ❊ واہ کیا کہنا ہے حضرت آپ کی تحریر کا

مفتری کی ہلاکت اور آیاتِ قرآنیہ

معترض پٹیالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیانات کو بالکل "غلط"، "بے بنیاد" اور "افتراء" قرار دیتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ:-

"قرآن شریف میں کہیں ذکر نہیں کہ مفتری جلد ہلاک کر دیا جاتا ہے۔" (عشرہ ص۵)

الجواب- سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم ص۴۹ والی تحریر میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ کر دیا تھا مگر معترض پھر بھی نہ ہونے کی رٹ لگا رہا ہے۔ وہ تحریر حسب ذیل ہے:-

"اب چونکہ تکذیب اور تکفیر ان کی انتہا تک پہنچ گئی۔ اسلئے وقت آگیا کہ خدائے قادر اور علیم اور خبیر کے ہاتھ سے جھوٹے اور سچے میں فرق کیا جائے۔ ہمارے مخالف مولوی اس بات کو جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایسے شخص سے کس قدر بیزاری ظاہر کی ہے جو خدا تعالیٰ پر افتراء باندھے۔ یہاں تک کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ اگر وہ بعض قول میرے پر افتراء کرتا تو میں فی الفور پکڑ لیتا اور رگِ جان کاٹ دیتا۔ غرض خدا تعالیٰ پر افتراء کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں فلاں الہام مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔ حالانکہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ ایک ایسا سخت گناہ ہے کہ اس کی سزا میں صرف جہنم کی ہی وعید نہیں بلکہ قرآن شریف کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا مفتری اسی دنیا میں دست بدست سزا پا لیتا ہے۔" (انجام آتھم ص۴۹)

اس اقتباس کے جلی الفاظ صاف طور پر وہ آیت بتا رہے ہیں (یعنی آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ

عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ۝ - الحاقہ ع۲) جس سے حضور نے مفتری کی ہلاکت کا قانون اخذ فرمایا ہے -

ہم فصل اوّل میں لوتقوّل کے متعلق سیرکن بحث کر چکے ہیں اسلیئے اس جگہ صرف چند حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں - لوتقوّل علینا کی تفسیر میں لکھا ہے :-

(الف) مولوی ثناء اللہ امرتسری بایں الفاظ ترجمہ کرتے ہیں :-

"اگر یہ رسول ہمارے ذمہ کوئی بات لگا دے جس کے کہنے کی اُسے اجازت نہ ہو تو ہم اس کو فوراً ہلاک کر ڈالیں۔" (تفسیر ثنائی جلد ۳ صفحہ ۱۸۵ حاشیہ)

(ب) علامہ زمخشری فرماتے ہیں :-

"والمعنی[1] لو ادعی علینا شیئاً لم نقله لقتلناه صبراً کما یفعله الملوك بمن یتکذب علیهم معاجلة بالسخط والانتقام۔"
(تفسیر کشاف صفحہ ۱۵۲۳ مطبوعہ کلکتہ)

(ج) امام ابوجعفر طبری لکھتے ہیں :-

"ولو تقوّل علینا محمّد بعض الاقاویل الباطلة وتکذب علینا لاخذنا منه بالیمین یقول لاخذنا منه بالقوّة منّا والقدرة ثمّ لقطعنا منه نیاط القلب وانّما یعنی بذالك انه کان یعاجله بالعقوبة ولا یؤخرہٗ بها۔" (ابن جریر جلد ۹ صفحہ ۲۲۲)۔

(د) علامہ فخر الدین رازی تحریر فرماتے ہیں :-

"هٰذا ذکرہ علی سبیل التمثیل بما یفعله الملوك بمن یتکذب علیهم فانّهم لا یمهلونه بل یضربون رقبته فی الحال۔" (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۹۱)

یہ چاروں گواہ اس بات پر متفق ہیں کہ آیت لوتقوّل میں جھوٹے مدعیٔ الہام و نبوت کو فوراً سزا دینے کا ذکر ہے - اب اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسا لکھ دیا تو اندھے مخالف اس کو

---

[1] ان عربی عبارتوں کا ترجمہ فصل اوّل میں گزر چکا ہے - (مؤلف)

افترا قرار دے رہے ہیں۔ تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ۔

پس پہلی آیت جسے خود حضرت مسیح موعودؑ نے انجام آتھم میں ذکر فرمایا اور جو اس باب میں نہایت شاندار دلیل ہے وہ ولو تقوّل علینا بعض الا قاویل ہی ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آیات بھی اسی مضمون کو بیان کر رہی ہیں

(۱) قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى (طٰہٰ ع) ترجمہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ خدا پر جھوٹا افترا نہ کرو ورنہ وہ تم کو سخت عذاب سے برباد کر دے گا۔

(۲) وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ۔ الآیۃ (المومن ع) ترجمہ۔ اگر یہ جھوٹا ہے تو اس پر اس کا وبال آئے گا۔

(۳) اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝ (الاعراف ع ۱۹) ترجمہ۔ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ان کو اسی دنیا میں خدا کا غضب اور ذلّت پکڑ لیتی ہے اور مفتری اور کاذبوں کو ہم یہی سزا دیا کرتے ہیں۔

(۴) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (الانعام ع) ترجمہ۔ کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھے یا اس کی آیات کی تکذیب کرے (طریق فیصلہ یہ ہے کہ) تحقیق ظالم کبھی اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔"

ایسی ہی اور بھی متعدد آیات ہیں جن میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ اس قدر واضح آیات کی موجودگی میں معترض کا یہ کہنا کہ قرآن مجید میں ایسا کہیں ذکر نہیں بہت بڑا مغالطہ اور غلط بیانی ہے۔ جبکہ قرآن پاک مفتری کی جلد تباہی و بربادی کا قائل ہے اور مفسّرین نے بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ اور اسی بنا پر اہلسنّت والجماعت کی مشہور کتاب عقائد نسفی ۲؎ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتری کو تئیس برس مہلت نہیں دیتا۔ اور

۱؎ یہ آیت اور جگہ بھی آئی ہے اسلئے نصوص کا مطالبہ پورا ہو گیا ۲؎ مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۱۰۰

نیز اس[1] میں علامہ عبد العزیز کہتے ہیں کہ آج تک کوئی بھی ایسا مفتری نہیں گزرا جس کو لمبے عرصہ تک مہلت ملی ہو۔ امام ابن القیم[2] نے بھی اسی دلیل کو پیش کیا ہے۔ بلکہ عیسائی مناظر کے لئے اسے ایک ایسا قطعی برہان قرار دیا ہے جس پر اسے خاموش ہونا پڑا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی لکھا ہے کہ:۔

" نظام عالم میں جہاں اور قوانین خداوندی ہیں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔ واقعات گزشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت پہنچتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے نبی کو سرسبزی نہیں دکھائی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی امت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتلا سکتے۔" (مقدمہ تفسیر ثنائی ص۱)

اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

" دعویٰ نبوت کاذبہ مثل زہر کے ہے جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہوگا۔"

ناظرین کرام! غور طلب یہ امر ہے کہ یہ تمام لوگ مفتری کی جلد ہلاکت کا دعویٰ کریں اور اس کے خلاف ایک نظیر نہ ہو۔ براہین قرآنیہ زبردست طور پر اس کی مؤید ہوں مگر معترض پٹیالوی اس دعویٰ کو افتراء، جھوٹ اور دھوکہ قرار دے۔ ع ایں ہمہ بوالعجبی است۔ یہ سب ہاتھ پاؤں اسلیئے مارے جاتے ہیں تا اس معیار کے رُو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر نہ ہو سکے۔ مگر کون ہے جو خدا کے کاموں کو روک سکے۔ آنکھیں بند کرنے سے سورج کا کیا نقصان ہے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؎ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

پیشگوئی محمدی بیگم کے سلسلہ میں افتراؤں کا جواب

معترض پٹیالوی نے لکھا ہے:۔

چوتھا افتراء: " اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھ سے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر۔" (اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

پانچواں افتراء: " ہر ایک مانع دُور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں

---

[1] ص ۲۴۴ ۔ [2] زاد المعاد جلد اوّل ص۵۰۰

لا دے گا۔" (اشتہار مذکور)

چھٹا افتراء "اصل امر برحالِ خود قائم است و ہیچکس با حیلۂ خود او را ردّ نتواں کرد۔ و ایں تقدیر از خدائے بزرگ تقدیرِ مبرم است و عنقریب وقت آں خواہد آمد پس قسم آں خدائیکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم را برائے ما مبعوث فرمود و اورا بہترین مخلوقات گردانید کہ ایں حق است و عنقریب خواہی دید و من ایں را برائے صدقِ خود یا کذبِ خود معیار میگردانم و من نگفتم اِلّا بعد ازاں کہ از ربّ خود خبر دادہ شدم۔ انجامِ آتھم ص۲۲۳" (عشرہ ص۱)

ساتواں افتراء "کذبوا بآیاتی وکانوا بھا یستھزءون فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک امر من لدنا انا کنا فاعلین ..... **واپسی کے بعد ہم نے نکاح کر دیا۔** الہام از انجامِ آتھم ص۶۰" (عشرہ ص۲)

آٹھواں افتراء "ازالہ اوہام ص۲۳۶ میں پیشگوئی نکاح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ..... تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا۔ الحق من ربک فلا تکن من الممترین۔ یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔ سو اس وقت مجھ پر یہ بھید کھلا کہ کیوں خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو قرآن میں کہا تو شک مت کر۔" (عشرہ ص۳)

نواں افتراء "اس نکاح کے متعلق ضمیمہ انجامِ آتھم میں لکھتے ہیں کہ ..... تیسری زوجہ جس کا انتظار ہے۔ اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا لفظ حمد اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی یہ ایک چھپی ہوئی پیشگوئی ہے جس کا سرّ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا۔" دیکھئے مرزا صاحب اپنے خیالِ خام اور خواہشِ نفس کو کن کن رنگ آمیزیوں اور **عظمت و شوکت سے بیان کرتے ہیں۔"** (عشرہ ص۳-۴)

دسواں افتراء "مرزا صاحب ضمیمہ انجامِ آتھم حاشیہ ص۵۳ میں لکھتے ہیں کہ اس پیشگوئی کی تصدیق کے لیئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی

فرمائی ہے کہ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوّج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے' اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوّج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا۔ الخ ..... محمدی بیگم سے نکاح نہ ہونے کی وجہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے استدلال بھی افتراء علی الرسول ثابت ہوا۔" (عشرہ ص۲۳)

الجواب ۔ ناظرین کرام! یہ وہ باقی ساتٌ افتراء ہیں جو معترض پٹیالوی کے نزدیک پائے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندین نے حضورؐ کے الہامات اور پیشگوئیوں کے متعلق بھی یہی فیصلہ کیا تھا کہ ان میں سے ایک بھی سچی نہیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ ۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے فَاِنَّھُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ ۝ (انعام ع۴) پھر فرمایا وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ وَّاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ (نحل ع۱۴) یعنی کفار آنحضرتؐ کے الہامات کے منکر تھے اور ایک نشان میں تبدیلی یا اپنے فہم کے خلاف پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتری پکارتے تھے۔ پس مکذب پٹیالوی کا رویہ نیا نہیں۔ بلکہ قدیم سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے اور صادق انبیاء کو دنیا کے لوگ افتراء کرنے والے ہی بتاتے آئے ہیں۔

ضروری یادداشت

چونکہ معترض پٹیالوی نے محمدی بیگم والی پیشگوئی پر بحث دسویں فصل میں کی ہے۔ جن میں سے بعض باتوں کو اس جگہ ذکر کر دیا ہے ہم بھی تفصیلی گفتگو اس پیشگوئی کے متعلق فصل دہم میں ہی کریں گے اور مصنف کی دوسری کتاب "تحقیق لاثانی" نیز دوسرے مخالفین کے اعتراضات و استدلالات کا بھی ابطال کریں گے انشاء اللہ لیکن تاہم جو امور اس جگہ ذکر ہوئے ہیں ان کا مختصراً جواب درج کرنا ضروری ہے۔ مکمل بحث کے لئے دسویں فصل ملاحظہ فرمائیے۔

اجمالی جواب

ان ساتٌ نمبروں میں معترض نے انجام آتھم' ازالہ اوہام اور اشتہار دس جولائی ۱۸۸۸ء کو پیش کیا ہے۔ اور اس خیال کی بناء پر کہ یہ الہامات

پورے نہیں ہوئے ان کو افتراء قرار دیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ الہامات شرطی تھے۔ معترض نے شرط کو چھوڑ دیا ہے اور مطلق ذکر کر کے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ دیکھیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۰ رجولائی والے اشتہار میں حسب ذیل الہام شائع فرمایا ہے :-

"اَیَّتُھَا الْمَرْأَۃُ تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِكِ"

اس الہام کے ترجمہ میں حضرت اقدسؑ نے تحریر فرمایا کہ :-

"اے عورت توبہ کر توبہ کر کیونکہ تیری لڑکی (زوجۂ احمد بیگ) اور لڑکی کی لڑکی پر ایک بلا آنے والی ہے اور اس پیشگوئی میں احمد بیگ اور اس کے داماد کی خبر دی گئی تھی۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۸۱)

گویا احمد بیگ کی ہلاکت اور اس کے داماد کی موت عدم توبہ پر موقوف تھی۔ اس شرارت اور فتنہ پروری کو جاری رکھنے پر مبنی تھی جو آئے دن وہ اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف برپا کیا کرتے تھے۔ نکاح جس کے متعلق معترض نے بہت کچھ بے ہودہ سرائی کی ہے احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت کے بعد کا مرحلہ ہے یعنی نکاح کا معاملہ ان دونوں کی موت پر موقوف ہے۔ حضرت اقدسؑ نے تحریر فرمایا ہے :-

"خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دیگا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا۔ اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہو گا۔ اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہو گی۔"

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

گویا نکاح آخری مرحلہ اور ان دونوں کی موت کے بعد مقدر ہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی لکھا ہے :-

"ان میں سے مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت اور اس کی لڑکی کے نکاح والی پیشگوئی مسلمانوں سے خاص تعلق رکھتی ہے۔" (نکاح مرزا ص۳)

پھر خود مصنف عشرہ نے اپنے "ساتویں افتراء" میں نکاح کو احمد بیگ کے داماد کی موت پر ہی موقوف تسلیم کر لیا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے ترجمہ میں بھی لکھا ہے:۔

"واپسی کے بعد ہم نے نکاح کر دیا" (عشرہ ص۲۲)

اِن بیانات سے متذکرہ صدر دعویٰ یعنی یہ کہ نکاح آخری قدم اور ان دونوں کی موت کے بعد کا مرحلہ ہے ایک مسلّمہ بات ہے۔ اسلیئے جب تک دونوں کی موت واقع نہ ہو لے نکاح کا سوال کرنا ہی غلط ہے۔ اب صرف یہ سوال باقی ہے کہ سلطان محمد کیوں نہ مرا؟ اس کا مختصر جواب یہی ہے کہ اس کی موت کے لیئے عدم توبہ اور اصرار علی التکذیب شرط تھا۔ اذافات الشرط فات المشروط۔ انجام آتھم جس پر معترض کے اِن سات افتراؤں کی بنیاد ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر ارقام فرمایا ہے:۔

"مَا كَانَ اِلْهَامٌ فِيْ هٰذِهِ الْمُقَدَّمَةِ اِلَّا كَانَ مَعَهُ شَرْطٌ كَمَا قَرَأْتُ عَلَيْكَ فِي التَّذْكِرَةِ السَّابِقَةِ" ترجمہ۔ اِس معاملہ (نکاح محمدی بیگم) میں کوئی بھی الہام ایسا نہیں جس کے ساتھ شرط نہ ہو جیسا کہ میں گزشتہ بیانات میں لکھ چکا ہوں" (ص۲۲۲[1])

اِس قدر واضح بیان کے بعد شرط کو حذف کر کے شور مچانا دیانتداری کا خون کرنا ہے۔

الغرض یہ پیشگوئی اور اس کے متعلقہ تمام الہامات مشروط تھے اور وہ شرائط کے مطابق بالکل پورے ہو گئے جیسا کہ دسویں فصل میں آپ بالتفصیل ملاحظہ فرماویں گے[2]۔ اِس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شرطی پیشگوئیاں اپنے شرائط کے مطابق پورا ہوا کرتی ہیں۔

حضرت یونس نے اپنی قوم کو عذاب کا وعدہ دیا مگر عذاب نہ آیا۔ اگرچہ وہاں شرط صراحتاً مذکور نہ تھی لیکن تاہم چونکہ عذاب کی پیشگوئیاں مشروط بعدم التوبہ ہوتی ہیں اسلیئے نہیں کہہ سکتے کہ یونسؑ کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو سرزمین کنعان کے متعلق "کَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ"[3] کی بشارت سُنائی لیکن جب قوم نے اپنی بداعمالی کے ماتحت رُوگردانی کی تو وہ وعدہ

---

[1] یہ وہی صفحہ ہے جس کی عبارت کا ایک حصہ معترض نے چھٹے نمبر میں درج کر کے مغالطہ دینا چاہا ہے [2] تفصیل فصل دہم و نہم میں مذکور ہے [3] سورۃ مائدہ ع۴ ۔

اپنی شرط کے مطابق دوسرے رنگ میں پورا ہوا۔ بہرحال شرطی پیشگوئیوں کا پورا ہونا ان کے شرائط کے مطابق ہوتا ہے۔ اور چونکہ نکاح کی پیشگوئی بھی شرائط کے ساتھ مشروط تھی اسلئے وہ انکے مطابق پوری ہوئی اور نہایت ہی شان و شوکت اور جلال کے ساتھ پوری ہوئی۔ للّٰہ الحمد اوّلاً و آخراً۔ تفصیل فصل دہم میں مذکور ہوگی۔ انشاء اللہ

تفصیلی جوابات اگرچہ ہم نے عنوان کی رعایت اور تکرار و تطویل سے اجتناب کے خیال سے اصل تفصیل کو دسویں فصل کے لیے مخصوص کیا ہے لیکن معمولی تفصیل اور ساتوں افترائوں (۴-۷) کے نمبر وار مختصر جواب لکھنے اس جگہ بھی ضروری ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۴) "سلسلہ جنبانی" افترا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی اصل غرض ان لوگوں کو نشان دکھانا تھی۔ اور اس کے دونوں پہلو ہیں۔ خواہ نکاح کے لیے رضامند ہوں یا نہ ہوں بہرصورت نشان کا رنگ نمایاں ہے۔ حضرتؑ نے تحریر فرمایا ہے:-

"ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا گیا جس کا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو اعجوبۂ قدرت دکھلائے۔ اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور اُن بلاؤں کو دفع کر دیوے جو نزدیک چلی آتی ہیں لیکن اگر وہ رد کریں تو اُن پر قہری نشان نازل کرکے ان کو متنبہ کرے۔"

(تتمہ اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

دشمنوں نے انکاری پہلو کا نشان دیکھنا چاہا اور دیکھا جس کا ایک عالم گواہ ہے۔ وانّی لشاھدین پس نفس "سلسلہ جنبانی" کو افترا قرار دینا سراسر غلطی ہے۔

(۵) "ہر ایک مانع" کو دور کرنے یعنی ہلاک کرنے کے لئے عدم التوبہ کی شرط ہے۔ جب

مضمون کو بھی تفصیلاً دسویں فصل میں لکھا گیا ہے - ۱۲ (مؤلف)

ان لوگوں نے اس شرط سے فائدہ اُٹھا کر تکذیب و استہزاء سے کنارہ کشی اختیار کی تو ضرور تھا کہ شرط کے مطابق وہ بچائے جاتے۔ ہاں اگر پھر اسی شرارت کا اعادہ کرتے تو تباہ و برباد ہوجاتے اسی بناء پر تو حضرت اقدسؑ نے نہایت پُرزور الفاظ میں فرمایا :۔

"فیصلہ تو آسان ہے۔ احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے۔ پھر اس کے بعد جو میعاد خدائے تعالیٰ مقرر کرے۔ اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں ..... ضرور ہے کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے جب تک کہ وہ گھڑی آجائے کہ اس کو بیباک کر دیوے۔ سو اگر جلدی کرنا ہے تو اُٹھو اور اس کو بیباک اور مکذب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو" (انجام آتھم ص۳۲ حاشیہ)

پس موانع کو دُور کرنا اسی صورت میں تھا۔ ورنہ ہلاکت بھی بالذات مطلوب نہ تھی بلکہ اصل مقصد ان کو انتباہ کرنا اور انابت الی اللہ پیدا کرنا تھا۔ اور وہ حاصل ہو گیا (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۱۹)

(۶) ہم نے معترض کی منقولہ فارسی عبارت اُوپر درج کر دی ہے جس کا مطلب نہایت واضح ہے اور یہ عبارت انجام آتھم ص۲۲۳ سے منقول ہے جہاں حضرتؑ نے فرمایا ہے :۔

"دریں مقدمہ ہیچ الہامے نبود کہ با آں شرطے نبود۔ چنانکہ در تذکرہ سابقہ نیز توبیان نمودم"

پس یہ پیشگوئی یقیناً معیارِ صدق و کذب ہے اور یہ حضرت اقدسؑ کی صداقت کا ایک نہایت درخشندہ ثبوت ہے۔ مگر افسوس اُن پر جو عبارتوں کو کانٹ چھانٹ کر عوام کو دھوکہ دیں۔ جب معترض کی نقل کردہ عبارت سے دو سطریں قبل یہ الفاظ مذکور ہیں تو پھر بھی اس کا شرط کو حذف کرنا اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ اسے یقین ہے کہ اس شرط والی صورت میں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

(۷) معترض نے اس نمبر میں خود تسلیم کر لیا ہے کہ "واپسی کے بعد ہم نے نکاح کر دیا" گویا جب واپسی ہو چکے گی تو پھر نکاح ہو گا۔ اور واپسی کے لیئے موت شرط ہے جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا ہے لہٰذا موجودہ حالات میں نکاح کا اعتراض غلط ہے۔

(۸) الہام الحق من ربک نفسِ پیشگوئی کے متعلق ہے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے چنانچہ خود حضرت مرزا صاحب کا اس کو بقول معترض پٹیالوی عظمت و شوکت سے بیان کرنا اس امر کا زبردست ثبوت ہے شیطانی کلام میں عظمت و شوکت کہاں ؟ اور خود تراشیدہ اور افتراء میں قوت و طاقت کیسے پیدا ہو سکتی ہے ؟ حضرت مسیح موعودؑ کا اس کو نہایت یقین اور وثوق سے پیش کرنا ہی آپؑ کی سچائی کا زبردست ثبوت ہے۔

الہام الحق من ربک کے مطابق یہ پیشگوئی بہت واضح طور پر پوری ہو گئی اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہی اعلان فرمایا۔ جیسا کہ دسویں فصل میں مفصل مسطور ہے۔ فلا اعتراض۔

(۹) یَا اَحْمَدُ اُسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ کو بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضمیمہ انجام آتھم میں محمدی بیگم کے نکاح پر بھی چسپاں کیا ہے اور یہ کوئی قابلِ اعتراض نہیں۔ کیونکہ اِس سلسلہ میں تمام الہامات مشروط ہیں۔ پس اندریں صورت یہ الہام بھی مشروط ہو گا۔ اور یہ بھی اسی شرط کے مطابق پورا ہوا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کی گئی تھی۔ لہٰذا اسکو افتراء قرار دینا خود ایک ناپاک جھوٹ ہے۔

دوسرے اِس الہام کے معنے عربی قواعد کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حسب ذیل تحریر فرمائے ہیں :-

"اے احمد اپنے زوج کے ساتھ بہشت میں داخل ہو۔ اے آدم اپنے زوج کے ساتھ بہشت میں داخل ہو۔ یعنی ہر ایک جو تجھ سے تعلق رکھنے والا ہے گو وہ تیری بیوی ہے یا تیرا دوست ہے نجات پائیگا اور اسکو بہشتی زندگی ملے گی اور آخر بہشت میں داخل ہو گا۔" (اربعین ۳ ص۲۵)

گویا اس الہام کے دونوں معنی ہیں۔ اگر ان آخری معنوں میں لو جو اپنے اندر عمومیت کا رنگ لئے ہوئے ہیں تو تمہارے نزدیک بھی کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا اور اگر اول الذکر معنوں میں لو تب بھی کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ اس صورت میں حسب بیان حضرت اقدسؑ وہ شرطی الہام تھا۔ جو اپنی شرط کے مطابق پورا ہوا۔

(۱۰) بخاری شریف میں حدیث ہے۔ سردارِ دوجہاں فخر المرسلین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهْلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ (بخاری کتاب الرؤیا جلد ۴ ص۱۵۱)
ترجمہ: میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں۔ میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ یمامہ یا ہجر مقام ہوگا مگر وہ مدینہ یثرب ثابت ہوا۔"
اس حدیث سے عیاں ہے کہ اگر ایک پیشگوئی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یمامہ کے متعلق سمجھا اور واقعات نے یمامہ کی جگہ مدینہ طیبہ ثابت کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس کو افتراء قرار دینا محض ان کور چشم اور بد باطن لوگوں کا کام ہے جو ہمیشہ سے صداقتوں کے انکار پر ہی کمربستہ رہے ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بعض احادیث میں يَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ وارد ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسے ضمیمہ انجام آتھم میں محمدی بیگم کے نکاح پر بھی چسپاں فرمایا ہے۔ معترض اس کو "افتراء علی الرسول" قرار دیتا ہے جو محض ایک مغالطہ دہی ہے۔ کیا یہ حدیث موجود نہیں؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ارشاد نہیں فرمائے؟ اگر یہ حدیث موجود ہے اور بقول مصنّف عشرہ تقویتِ ایمان کا ذریعہ ہے تو اس کو افتراء علی الرسول قرار دینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟
حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت کا جو اقتباس معترض نے اسی نمبر میں درج کیا ہے اس کے دو جواب ہیں۔ اوّل یتزوّج و یولد لہٗ میں جس شادی اور اولاد کا ذکر ہے اس سے اوائل میں حضرت اقدسؑ نے محمدی بیگم کے رشتہ کو لیا تھا لیکن بعد میں حضورؑ نے تحریر فرمایا:۔

(۱) "مجھے بشارت دی گئی تھی کہ تمہاری شادی خاندانِ سادات میں ہوگی اور اس میں سے اولاد ہوگی تا پیشگوئی حدیث يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ پوری ہو جائے۔ یہ حدیث اشارت کر رہی ہے کہ مسیح موعود کو خاندانِ سیادت سے تعلق دامادی ہوگا کیونکہ مسیح موعود کا تعلق جس سے وعدہ يُوْلَدُ لَهٗ کے موافق صالح اور طیّب اولاد پیدا ہو، اعلیٰ اور طیّب خاندان سے چاہیئے۔ اور وہ خاندانِ سادات ہے۔ اور فقرہ خدیجتی سے مراد اولادِ خدیجہ یعنی بنی فاطمہ ہے۔" (اربعین ۲ ص۳ حاشیہ)

(۲) "اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اسکی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کریگا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کریگا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۱۲)

(۳) "قد اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسیح الموعود یتزوج ویولد لہ ففی ھذا اشارۃ الی ان اللہ یعطیہ ولداً صالحاً یشابہ اباہ ولا یأباہ ویکون من عباد اللہ المکرمین والسر فی ذالک ان اللہ لا یبشر الانبیاء والاولیاء بذریۃ الا اذا قدر تولید الصالحین وھذہ ھی البشارۃ التی قد بشرت بھا من سنین۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۸ حاشیہ)

گویا بعد میں آپ پر ظاہر کر دیا گیا کہ اس شادی اور اس اولاد سے حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم اور آپ کی موجودہ ذریّت ہی ہے۔ گویا بعینہٖ "فاذا ھی المدینۃ" والی بات ہے۔

دوم۔ مان لو کہ حدیث میں جس تزوّج کا ذکر ہے اس کو حضرت اقدسؑ نے محمدی بیگم کے نکاح سے ہی مخصوص مانا ہے تب بھی کوئی اعتراض نہیں کیونکہ جب یہ نکاح حضرت اقدسؑ کے الہامات اور حضورؑ کی تصریحات کے مطابق شرطی ہے اور حضرتؑ نے خود ہی تزوّج سے یہ شادی مراد لی ہے تو ماننا پڑیگا کہ از رُوئے تشریح حضرت مسیح موعودؑ یہ حدیث بھی مطلق نہیں بلکہ مقید ہے۔ اور غیر مشروط نہیں بلکہ مذکورہ شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ اور پھر یہ حدیث اور پیشگوئی اپنی شرط کے مطابق پُوری ہوچکی ہے۔ فلا اعتراض۔

بالآخر یاد رہے کہ معترض پٹیالوی نے اس جگہ اور فصل دہم میں محمدی بیگم کے نام پر اسقدر دلآزار انداز اختیار کیا ہے جو صرف دشمنانِ خاصانِ حق کا ہی حصّہ ہے۔ ہم گالی کا جواب گالی نہیں

۱؎ اس موعود شخص سے مراد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہیں۔ چنانچہ ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو آپ کی ولادت کے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اشتہار شائع فرمایا اس میں آپ کے متعلق لکھا: "خدا نے اس عاجز کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حُسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔"

۲؎ اپنی اولاد کے متعلق فرمایا ہے ؎ ہر اک تیری بشارت سے ہُوا ہے (درثمین) اس جگہ اہلِ پیغام بھی غور کریں۔ (مؤلف)

دے سکتے اور نہ اس کی اجازت ہے اسلئے افوّض امری الی اللّٰہ انّ اللّٰہ بصیرٌ بالعباد۔
یاد رہے کہ یہ وہی گندہ طریق ہے جس کو اختیار کر کے آریہ اور عیسائی سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک آوازے کستے ہیں اور صدیوں سے قلوب مومنین کو مجروح کرتے رہے ہیں۔ ہمارے مخالف اس وطیرہ کو اختیار کرتے ہوئے انہی لوگوں کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو سمجھ دے اور ان کی رہنمائی فرمائے۔ آمین
مصنف عشرہ کاملہ نے اس فصل میں یُدفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ وغیرہ امور کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان امور کا مفصل جواب فصل یازدہم میں موجود ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔
ناظرین کرام! آپ نے معترض پٹیالوی کے پیش کردہ افتراؤں کو پڑھا اور ان کے جوابات کو ملاحظہ فرمایا۔ مخالفین سے ایسی ہی توقع ہوا کرتی ہے۔ کیا کوئی ایک بھی نبی ایسا گزرا ہے جس کو زمینی لوگوں نے مفتری قرار نہ دیا ہو۔ ہاں نبی چونکہ آسمان سے آتا ہے اسلئے جب دنیا کے لوگ اس کو مفتری قرار دیتے ہیں تب ربّ السمٰوات اس کی نصرت کے لئے اُترتا ہے اور اسکے مخالف انسانوں کو ان کے منصوبوں، کوششوں اور ارادوں میں ناکام اور خائب و خاسر کرتا ہے اور یہ اس نبی کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہوتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ایسا نہ کرے تو دنیا میں اندھیر پڑ جائے۔ اسلئے ایک طرف تو اس نے یہ قانون بنا دیا کہ کسی مفتری اور جھوٹے مدعیٔ رسالت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے مطابق تیئس[۲۳] سال کی مہلت ہرگز نہیں دوں گا۔ بلکہ ایسے دعویدار کو اس سے پیشتر ہی ہلاک و برباد کر دوں گا۔ نیز جھوٹوں کی تائید و نصرت اور قبولیت نہ ہونے دونگا۔ ازل سے ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور تا قیامت ایسا ہی ہوتا رہیگا۔ حضرت امام ابن القیم کے یہ الفاظ کتنے پیارے ہیں جو انہوں نے کاذب مدعیانِ نبوت کی حالت "لم یتم له امرہ ولم تطل مدته" کے فقرہ میں ذکر کرنے کے بعد لکھے ہیں۔ فرمایا:۔

"وَهٰذِهٖ سُنَّتُهٗ فِیْ عِبَادِهٖ مُنْذُ قَامَتِ الدُّنْیَا وَاِلٰی اَنْ یَّرِثَ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا" (زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۵)

یعنی ازل تا ابد وہ ان کو ناکام بناتا آیا ہے اور ناکام بناتا رہے گا۔ ان کی باتوں کو کبھی فروغ حاصل نہیں ہوتا۔ مؤلف عشرہ نے بھی لکھا ہے:۔

"کتب آسمانی اس حقیقت پر متفق ہیں کہ جو شخص ایسی باتیں اللہ کی طرف سے بیان کرے جو غلط نکلیں اور پوری نہ ہوں[1] وہ جھوٹا اور مفتری ہے۔ عام طور پر عقلمند اور شائستہ لوگوں میں اس شخص کی سچی باتوں کو بھی فروغ نہیں ہو سکتا جو جھوٹ بولنے کا عادی ہو۔" (عشرہ ص۹۴)

آؤ اب دیکھیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی اشد مخالفت آپ پر بے حد بہتان طرازی اور مذہبی و سیاسی اشتعال انگیزی کے باوجود آپ کا کیا حال ہے۔ ذرا جماعت احمدیہ پر نظر ڈالو معلوم ہوگا کہ ہر طبقہ کے لوگ، عقلمند اور شائستہ لوگ اس میں شامل ہیں۔ اور ہر آنے والا دن احمدیت کے حلقہ کو وسیع سے وسیع تر کرتا جا رہا ہے۔ کیا اگر حضرت مرزا صاحبؑ فی الواقع مفتری ہوتے تو خدا تعالیٰ ان کے ساتھ یہی سلوک کرتا اور اسی طرح ان کی باتوں کو فروغ دیتا؟ بھائیو! خدا کا فعل شہادت دیتا ہے کہ علماء اور مکذبین خطا پر ہیں۔ وہ مدعی یقیناً راستباز اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی پشت و پناہ تھا۔ اس کی حمایت و نصرت اور تائید ہر قدم پر اس کے شامل حال تھی۔ اندھی دنیا نے اس کو شناخت نہ کیا۔ وقت آتا ہے کہ لوگ اس کو شناخت کریں۔ ۲۳ سال سے زیادہ مہلت اور بار بار آسمانی نصرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی پر زبردست گواہ ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس قدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی
پھر عجب تر یہ کہ نصرت کے ہوئے جاری بحار
(درثمین)

---

[1] بلحاظ حقیقت۔ ورنہ تمام صادق نبیوں کے متعلق ان کے دشمن یہی دعویٰ کرتے ہیں۔ اسلئے اصل فیصل نصرت الٰہی ہے۔ پڑھیئے حَتّٰۤی اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا۔ الآیۃ (انعام ع۴) (ابو العطاء)